ماہنامہ

نقیبِ ختمِ نبوّت

ملتان

7 ذیقعدہ 1442ھ | جولائی 2021ء

عزم وہمت اور صبر واستقامت کے

91 سال

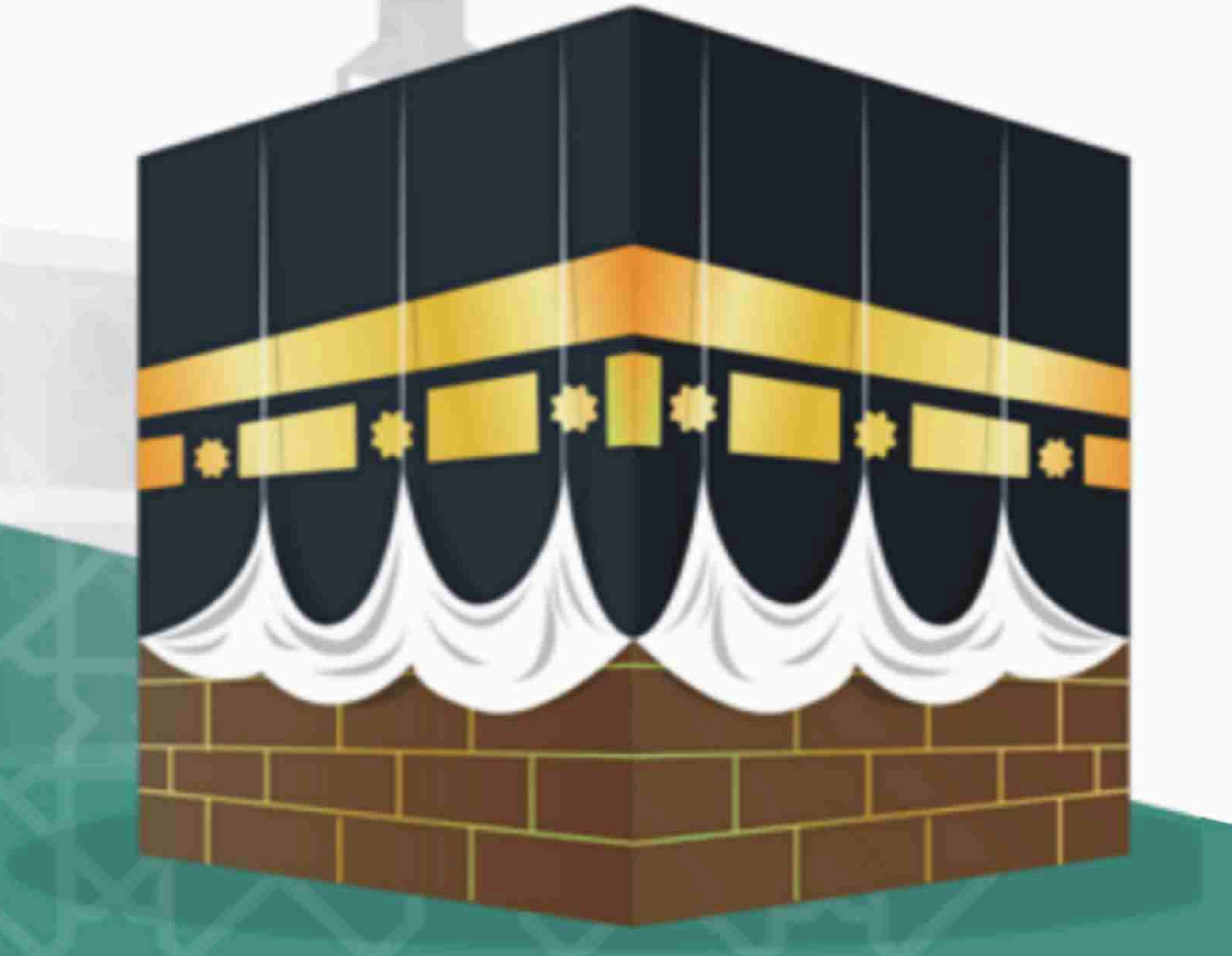

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام، ازواج مطہرات، بنات طاہرات رضی اللہ عنہم اجمعین اور اپنے مرحومین کی طرف سے غرباء، یتامیٰ مساکین، مستحق و نادار طلباء اور نومسلمین کی کفالت جیسے عظیم **مقاصد** کے لیے

1442-2021

قربانی عطیہ کیجیے

گوشت نومسلمین و غرباء میں تقسیم کروائیں

ملتان گائے فی حصہ **12,500**

ملتان وقف قربانی بکرا **25,000**

0300-6385277,0300-8020384

چناب نگر گائے فی حصہ **11,500**

چناب نگر وقف قربانی بکرا **25,000**

0301-3138803,0301-5317422

لاہور گائے فی حصہ **15,500**

0300-4240910
0300-4037315

ناگڑیاں گائے فی حصہ **15,000**

0301-6221750

چیچہ وطنی گائے فی حصہ **13,000**

0300-2039453,0300-6901649

اہم ہدایات ★ حصہ کی رقم ایک ہی بار مکمل جمع کروائیں ★ حصہ مقرر ہونے کے بعد تبدیل نہیں ہوگا ★ اپنا حصہ طے شدہ دن کے اندر وصول کریں بعد میں ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا ★ گوشت کے وزن میں کمی، بیشی ہو سکتی ہے ★ سری پائے کی تقسیم کا اختیار ادارہ کو ہوگا ★ جانور کی کھال یا اس کی رقم ادارہ کے لیے ہوگی ★ بینک کی کمائی والے احباب کی قربانی میں شرکت سے ادارہ معذرت خواہ ہے۔

شعبہ خدمت خلق مجلس احرار اسلام پاکستان

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

بیاد: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
بانی: ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد 32 شمارہ 07 | جولائی 2021ء / ذوالقعدہ ۱۴۴۲ھ

Regd.M.NO.32

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

بیاد
ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • ڈاکٹر عمر فاروق احرار
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید عطاء اللہ ثالث بخاری
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com
محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد
0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک -/300 روپے
بیرون ملک -/5000 روپے
فی شمارہ -/30 روپے

ترسیل زر بنام: ماہنامہ نقیب ختم نبوت
بذریعہ آن لائن اکاونٹ نمبر: 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

تشکیل

دل کی بات	افغان مسئلہ نیا حکومتی بیانیہ	سید محمد کفیل بخاری	2
دین و دانش	اسلام دین فطرت ہے قسط (1)	حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ	4
//	قتال مرتدین کی پیشین گوئی کے مصداق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	عطاء محمد جنجوعہ	11
//	امیر المومنین خلیفۂ راشد سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ قسط (2)	حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ	16
//	امیر المومنین خلیفۃ المسلمین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ قسط (1)	غلام مصطفیٰ	19
//	سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ	علامہ مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ	23
//	قربانی حکمت اور مسائل و احکام	حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ	25
//	آیات قرآنی کی صحیح تعداد	مولانا منظور احمد آفاقی	34
استفتاء	سلام کے مسنون و مکمل کلمات!	ادارہ	40
افکار	وقف املاک ایکٹ بل اور اس کا پس منظر	حافظ اسامہ عزیر	42
شخصیت	سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مرزا غالب	نور اللہ فارانی	44
تاریخ احرار	تاریخ احرار قسط ۱۵	مفکر احرار چوہدری افضل حقؒ	52
ادب	یہ جھکتی ڈالیاں دیکھو!	حبیب الرحمٰن بٹالوی	59
حسن انتقاد	تبصرہ کتب	مبصر: حافظ اخلاق احمد، محمد احمد حافظ	60
ترحیم	مسافران آخرت	ادارہ	63

رابطہ
دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961
www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت مجلس احرار اسلام پاکستان

مقام اشاعت: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات　　سید محمد کفیل بخاری

افغان مسئلہ اور نیا حکومتی بیانیہ

وزیراعظم عمران خان نے نیویارک ٹائمز کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ:

’’امداد کے بدلے ڈومور کے بجائے امریکہ کے ساتھ برابری کے تعلقات چاہتے ہیں امریکہ نے امداد کے بدلے ہمیشہ اپنی مرضی کرنا چاہی۔ ہمارا تعاون ناکافی سمجھا۔ پاکستانیوں کے خیال میں ان تعلقات کی بھاری قیمت ادا کی۔ نائن الیون کے بعد یہ تعلق برابر کا نہیں تھا۔ پچھلی حکومتوں نے وہ مطالبات بھی پورے کرنے کی کوشش کی جو ممکن نہیں تھے۔ طالبان کو امریکہ کے ساتھ مذاکرات کی میز پر لائے۔ اُن کے خلاف فوجی کارروائی کے سوا منتخب افغان حکومت سے ہر طرح کے تعاون کے لیے تیار ہیں۔ طالبان پر ہمارا اثر ورسوخ کم ہو گیا ہے۔ ان سے کہا ہے کہ طاقت کے زور پر کابل فتح نہ کریں۔ ہم چاہتے ہیں کہ امریکی انخلا سے پہلے سیاسی حل نکلے۔

(روزنامہ جنگ ملتان، 26 جون 2021ء)

26 جون کو اسلام آباد میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے وزیراعظم خان نے کہا ہے کہ:

’’امریکی جنگ لڑنا غلطی تھی ہم امریکہ کی جنگ لڑ رہے تھے اور وہ ہمیں ہی برا بھلا کہہ رہا تھا۔‘‘

(روزنامہ جنگ ملتان 27 جون 2021ء)

وزیراعظم عمران خان نے جن حقائق کا اعتراف کر کے نئی حکومتی پالیسی کا اعلان واظہار کیا ہے وہ خوش آئندہ ہے نائن الیون کے بعد سابق ڈکٹیٹر جنرل پرویز مشرف نے غیر مشروط طور پر امریکہ کی ہاں میں ہاں ملا کر وطن عزیز پاکستان کو غلامی کی زنجیروں میں بری طرح جکڑ دیا تھا۔ جس کے نتیجے میں آج تک ہم امریکی ’’ڈومور‘‘ کے آگے ڈھیر ہوتے آرہے ہیں۔

1979ء میں افغانستان پر روسی قبضے کے بعد ہونے والی مزاحمتی جنگ طالبان حکومت کے قیام، پھر اس کے خاتمے اور اب امریکہ طالبان مذاکرات کے نتیجے میں ہونے والے معاہدے تک امریکہ نے ہمیشہ اپنے مفادات کے لیے پاکستان کو استعمال کیا۔ اب بھی افغانستان سے امریکی فوجوں کے واپسی کے بعد وہاں خانہ جنگی کرانے کی عالمی استعماری سازشیں جاری ہیں۔ تاہم طالبان نے عام معافی کا اعلان کر کے افغان قوم کے تمام طبقات کو اپنے ساتھ ملانے کا بہترین فیصلہ کیا ہے۔ نتیجتاً اکثر مخالف دھڑوں نے اس پیش کش کو قبول کر کے طالبان کے آگے ہتھیار پھینک دیے ہیں۔ افغانستان کے بیشتر علاقوں پر طالبان ہی قابض ہیں۔ فتح کابل کی مہم جوئی جاری ہے۔ موجودہ افغان حکمران امریکہ کی منتیں کر رہے ہیں اور امریکہ طالبان کے حالیہ اقدامات پر سر پیٹ رہا ہے۔ جو بائیڈن حکومت

نے گزشتہ دنوں پاکستان سے مطالبہ کیا کہ امریکہ کو پاکستان میں اڈے دیے جائیں۔ پہلے آرمی چیف جنرل قمر جاوید باجوہ صاحب نے انکار کیا اور پھر اُن کی اتباع میں وزیر اعظم عمران خان نے بھی انکار کر دیا۔ یقینی بات ہے کہ امریکہ حسبِ سابق ان اڈوں کو افغانستان کے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا۔

طالبان نے کبھی پاکستان کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ ہمیشہ پاکستان کی حفاظت اور سلامتی کا ذریعہ بنے۔ یہ طالبان ہی کا ظرف ہے کہ پاکستانی ائربیس سے امریکی جہاز اُڑ کر اُن پر بم برساتے رہے لیکن انہوں نے پھر بھی پاکستان کے خلاف جنگ نہیں کی۔ ہمیں اپنا مسلمان بھائی قرار دیا۔ البتہ جن مقامی طالبان کو ہمارے اداروں نے تشکیل دیا تھا انہوں نے پاکستان کو بہت نقصان پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ خیر کا معاملہ فرمائے اور حکمرانوں کو ملک و قوم کے حق میں بہتر فیصلے کرنے کی توفیق دے۔

لارڈ طارق قادیانی کا دورہ پاکستان:

برطانوی وزیر مملکت مشہور قادیانی لارڈ طارق گزشتہ دنوں پاکستان کے دورے پر آئے۔ وہ وزیر اعظم عمران خان اور دیگر اہم سرکاری عہدیداروں سے ملے۔ لارڈ طارق سِکہ بند علانیہ قادیانی ہیں اور برطانیہ میں بیٹھ کر پاکستان کے خلاف سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ وہ پاکستان میں کس مشن پر آئے اور کیا معاملات طے کیے؟ تفصیلات سے قوم بے خبر ہے۔ نام نہاد مجاہد ختم نبوت وفاقی وزیر داخلہ شیخ رشید احمد نے تو انہیں شیلڈ بھی پیش کی ہے۔ معلوم نہیں کہ شیخ صاحب نے لارڈ طارق کو قادیانیوں کی کن خدمات کے اعتراف میں یہ شیلڈ پیش کی، ایک طرف ریاست مدینہ کا دعویٰ اور دوسری طرف سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے تعلقات۔ دوغلہ پن اور دوہرا کردار؟ افسوس صد افسوس!

☆......☆......☆

دعا صحت

☆ شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر دامت برکاتہم

☆ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن دامت برکاتہم

☆ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی دامت برکاتہم

☆ قائد وفاق مولانا محمد حنیف جالندھری دامت برکاتہم

احباب و قارئین سے درخواست ہے کہ اکابر کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام فرمائیں، اللہ تعالیٰ سب کو جلد از جلد شفاء کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ　قسط نمبر (1)

اسلام دین فطرت ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

فَاَقِمْ وَجْھَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفاً فِطْرَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ. ذَالِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ.

اصل مقصود کی تحقیق سے قبل ان تین الفاظ کی تشریح ضروری ہے تا کہ اصل مقصود سمجھنے میں آسانی ہو۔ اسلام، دین اور فطرت اسلام از روئے لغت نام ہے دل اور زبان اور عمل سے اللہ کے فیصلوں کے ماننے کا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں ذکر ہے۔

اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ اسی طرح وَلَہٗ اَسْلَمَ مَنْ فِیْ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ (مفردات راغب)

دین معنی ہے اطاعت خداوندی اور انقیاد شریعت کے جیسے قرآن میں ہے۔ ’’وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْناً مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ اَیْ طَاعَتُہٗ. فطرت کا معنی ہے معرفت الٰہی کا وہ میلان جو انسان میں پیدائش کے وقت سے مرکوز ہے یعنی وہ تخم ہدایت اور اخلاقی حسِ جو انسان کے اندر آغاز آفرینش سے رکھا گیا ہے۔ اب ان تین الفاظ کی تشریح کے بعد ہمارے عنوان کا مفہوم یہ نکل آیا: کہ فطرت انسان میں طاعت خداوندی اور اتباع قانون الٰہی کا جو جذبہ موجود ہے وہ صرف اسلام سے پورا ہوتا ہے یا غیر اسلام سے اگر پہلی شق ہے تو اسلام دین فطرت ہے ورنہ نہیں۔ اسلام کے دین فطرت ہونے سے قبل اس امر کے ثابت کرنے کی بھی ضرورت ہے کہ کیا نفس دین کا تقاضا انسانی فطرت میں داخل ہے!

نفس دین کا تقاضا انسانی فطرت ہے:

دین انسان کا فطری تقاضا ہے، دین کے فطری ہونے کا پہلا معیار یہ ہے کہ انسان حیوانیت اور مَلکیت کا ایک مجموعہ ہے اس لیے وہ حیوان مطلق سے اشرف ہے، اور مَلکیت کے انضمام سے اس کو عام حیوانات پر برتری حاصل ہے اور اسی مَلکی اور روحانی جُز کے ضمیمہ نے اس کو انسان اور اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ انسان میں فطری طور پر حیوانی تقاضے موجود ہیں مثلاً کھانے کی خواہش، پینے کی خواہش اور بلوغ کے بعد صنفی خواہش۔ قدرت نے کرۂ زمین پر اس کی ان پست ترین حیوانی تقاضاؤں کی تکمیل کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ یعنی پینے کے لیے پانی کھانے کے لیے غذا صنفی خواہش کی تکمیل کے لیے صنف لطیف۔ لیکن اس میں عام حیوانات سے بڑھ کر ایک اور تقاضا اور خواہش بھی موجود ہے وہ محبت الٰہی اور معرفت خداوندی کی تڑپ ہے جس کا اظہار وہ اپنی پوری تاریخ میں کرتا آیا ہے۔ یہود و نصاریٰ

کے گرجے، ہندوؤں کے مندر، مسلمانوں کی مساجد، بدھ و دیگر مذاہب والوں کے معابد اس فطری جذبہ کے اظہار کے مظہر و ذرائع ہیں اس لیے ضروری ہوا۔ کہ قدرت کی طرف سے انسان کے اس شریعت اور روحانی جذبہ اور تقاضا کی تکمیل کا بھی اس نے کوئی نہ کوئی انتظام کر دیا ہوگا اور وہ انتظام دین الٰہی ہے جس سے اس کی روحانی پیاس بجھتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ دین کا تقاضا انسان کے لیے فطری ہے۔

دین کے فطری ہونے کا دوسرا معیار:

فطری امور کی جانچ کے لیے سب سے بڑا حکیمانہ اور فلسفیانہ معیار یہ ہے کہ انسانی اقوام و افراد جو مختلف خصوصیات و امتیازات کے حامل ہیں ان میں سے ان خصوصیات اور امتیازات کو حذف کر دینے کے بعد جو امور سب میں مشترک باقی رہ جاتے ہیں وہ امور فطری ہوتے ہیں۔ مثلاً انسانوں کے مختلف اقوام و افراد کے کھانے پینے، بیاہ شادی، رہن سہن پوشاک کے ڈھنگ اور طریقے مختلف ہوتے ہیں جو ایک دوسرے سے ممتاز اور مغایر ہوتے ہیں۔ لیکن نفس خوراک، پوشاک، نکاح، مسکن سب اقوام میں مشترک ہیں چاہے طرز مختلف ہو۔ لہٰذا نفس کھانا پینا، پوشاک شادی بیاہ اور مسکن کی ضرورت فطرت انسان میں داخل ہیں اور امور فطریہ کہلاتے ہیں۔ اسی قانون کے مطابق مختلف اقوام کے مختلف ادیان ہیں جو آپس میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن نفسِ دین کا وجود سب میں مشترک ہے۔ کیونکہ خصوصیات دینی کو حذف کر دینے کے بعد نفس دین باقی رہ جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین انسان کا فطری تقاضا ہے اور اسی فطری دین کی طلب اور تڑپ سے یہ مختلف دین پیدا ہوئے ہیں جن میں فطری دین صرف ایک ہے اور باقی ادیان اس فطری تقاضا کی خود ساختہ تخلیق ہیں۔

دین کے فطری ہونے کا تیسرا معیار:

کائنات میں شرف و فضیلت کے اعتبار سے مختلف مدارج مشاہدۃً موجود ہیں۔ مثلاً جمادات، زمین پہاڑ وغیرہ جو سب سے کم درجہ کی مخلوق ہیں جن میں وجود اور ہستی کے سوا نہ نشو و نما موجود ہے اور نہ حس و حرکت ارادی۔ وہ اپنی ہستی کے بغیر ان تمام کمالات مذکورہ سے محروم ہیں۔ اس لیے وہ سب سے کم درجہ کی مخلوق سمجھے جاتے ہیں۔ نہ ان میں ترقی کے امکانات ہیں نہ شعور و حرکتِ ارادی کی قوت۔

مقام نباتات:

جمادات سے بڑھ کر شرف فضیلت نباتات کو حاصل ہے جن میں جماداتی ہستی و وجود کے علاوہ ایک اور بلند مقصدیت بھی پائی جاتی ہے جو نشو و نما اور ارتقا ہے۔ ہر جماد روزِ اوّل سے ایک حالت پر ہے لیکن اس کے برخلاف نباتات میں شخصی ترقی کی شان پائی جاتی ہے جس سے جمادات محروم ہیں اس لیے نباتات جمادات سے افضل ہے۔

مقام حیوانات:

نباتات کے اوپر حیوانات کا مقام ہے جن میں جمادات و نباتات کی نسبت شان جامعیت موجود ہے اور ان میں اپنے

ماتحت دو مدارج کی مخلوق (جمادات، نباتات) کی نسبت بلند مقصدیت پائی جاتی ہے، جس کی وجہ سے ان کو جمادات ونباتات پر برتری حاصل ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حیوانات میں جمادی ونباتی کمالات کے علاوہ ایک زائد کمال بھی موجود ہے اور وہ شعور واحساس وحرکت ارادی اور عقل معاش ہے۔ علم حیوانات کی تحقیق سے یہ ثابت ہے کہ ان میں پورا نظام زندگی موجود ہے۔ بالخصوص چیونٹیوں اور شہد کی مکھیوں میں پورا معاشی اور اجتماعی نظام پایا جاتا ہے جس کی تحقیق وتفصیل کا یہ موقعہ نہیں ہے۔

مقام انسان:

انسان مخلوقات الٰہی میں شرف کے آخری مقام پر ہے۔ اس لیے اس میں تمام تحتانی مخلوقات کے کمالات جمع ہیں اور ان سب کے علاوہ اس میں زائد کمال اور بلند ترین مقصدیت بھی موجود ہے جو اس کا مدارِ شرف ہے اور اساسِ فضیلت ہے اور تمام کائنات کا وہ آخری اور جامع نسخہ ہے جس میں مَلَکِیت کا جُز بھی شامل ہے اور عقل معاد اور فکر عافیت کا عنصر بھی۔ اسی جز کے اعتبار سے اس میں خالق کی محبت اور اس کی معرفت کا ولولہ پایا جاتا ہے۔ اور یہ وہ مقصدیت ہے جو انسانی شرف وتقدس کا ضامن ہے۔ اگر حقیقت فراموش اور خدا بیزار یورپی نصب العین یعنی حیوانیت کو مقصد انسانی قرار دیا جائے تو انسان کے شرف کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور وہ بقول اہل یورپ کے کہ ''وہ ایک خوش حال حیوان ہے'' ایسی صورت میں وہ درحقیقت ایک بدحال حیوان ہی ہو کر رہ جائے گا۔ ہم کو اس سے انکار نہیں کہ معاشی خوش حالی ایک حد تک ضروری ہے کیونکہ بقاء انسانی اس کے بغیر ممکن نہیں؛ لیکن انسانی ترقی صرف اسی کو قرار دینا بالکل غلط ہے۔

ہم نے یہ مانا کہ یورپ نے مادی ترقی کے لیے لامحدود ذرائع فراہم کئے ہیں اور کئے جا رہے ہیں اور ان میں وہ کھوئے ہوئے ہیں لیکن ان سب ذرائع کا لب لباب اور حاصل معاشی خوشحالی کے سوا کچھ اور بھی ہے؟ قطعاً نہیں اور کیا معاشی خوشحالی سے انسانی مقصدیت اور شرف کی تکمیل ہو جاتی ہے؟ معاشی خوشحالی میں تو اب بھی تمام یورپ سے حیوان مطلق بڑھا ہوا ہے۔ اس لیے مغربی نصب العین کے پیش نظر انسان خوشحالی میں حیوان کا ہمسر نہ بن سکا۔ بلکہ درحقیقت ایک بدحال حیوان ہو کر رہ گیا۔ جس کے ثبوت کے لیے مادی لذت والم میں انسان اور حیوان کے درمیان موازنہ ضروری ہے۔

مادی تصوّر نے انسان کو بدحال حیوان بنایا:

موازنہ لذت خوراک:

معاشیات میں بڑا مسئلہ خوراک کا ہے۔ جس کو آسانی کے ساتھ خوراک میسر ہو وہ خوشحال ہے اور جس کو تکلیف سے حاصل ہو وہ بدحال ہے آئیے ہم دور حاضر کے مغربی انسان کو اس معیار پر پرکھتے ہیں۔ انسان کو تحصیل غذا کے لیے کس قدر محنت ومشقت اٹھانی پڑتی ہے۔ اگر وہ مزارع ہے تو پہلے وہ زمین ہموار کرتا ہے۔ پھر اس میں ہل جوتتا ہے۔ پھر غلّہ کاشت کرتا ہے۔ پھر اگر گندم ہے تو تقریباً آٹھ ماہ تک اس کی خدمت کرتا ہے۔ پھر اس کو کاٹتا ہے پھر کھلیان میں لا کر بیلوں یا مشینوں سے اس کو توڑتا پھوڑتا ہے۔ پھر بھوسہ الگ کرتا ہے۔ پھر پیستا ہے پھر گوندھتا ہے پھر پکاتا ہے پھر منہ میں رکھ کر چند سیکنڈ کے لیے لذت اندوز ہوتا ہے۔ اور اگر ملازم ہے تو پہلے اسکول میں بعد ازاں کالج

میں داخل ہوتا ہے، اگر فیل نہ ہوا تو چودہ سال میں بی اے کر کے منتظر ملازمت ہوتا ہے۔ اگر قسمت نے یاوری کی اور زندہ رہ کر ملازم ہو گیا، تو ایک ماہ کے انتظار کے بعد تنخواہ لے کر آٹا گوشت ترکاری لاتا ہے۔ گویا دور حاضر کا انسان روزی کے لیے محنت و مشقت کے ان تمام مراحل سے گزر کر روزی کو پہنچتا ہے لیکن سمندر کی مچھلیاں، ہوا کے پرندے بلکہ گائے بیل بھی کیا روزی کے لیے اتنی مشقت کرتے ہیں؟ ہر گز نہیں۔ کیا بیل نہیں دیکھتے کہ وہ بلا زراعت وتجارت وملازمت اور بغیر بی اے پاس کئے جنگل کے خودرَو گھاس کے میدان میں مُنہ ڈال دیتا ہے اور اپنا نوالہ اُٹھا لیتا ہے۔ رہی یہ بات کہ حیوان مطلق کا کھانا معمول ہے اور ہمارا کھانا عمدہ تو یہ سوال حیوان مطلق مثلاً بیل سے پوچھنے کا ہے کہ کیا اُس کو پلاؤ، شامی کباب اور پڈنگ زیادہ مرغوب ہیں یا ہری گھاس۔ کیونکہ لذتِ غذا امر اضافی ہے۔ اس اعتبار سے حیوان مطلق مغربی نظریہ حیات پر ایمان رکھنے والوں سے زیادہ خوش قسمت ہے اور لذتیاتی نصب العین کے پیش نظر دور حاضر کے انسان سے حیوان زیادہ کامیاب ہو۔

موازنہ لذت جماع:

یہ معاملہ کھانے ہی کے ساتھ نہیں بلکہ صنفی لذت کی تحصیل میں بھی حیوان کو جس قدر سہولت حاصل ہے انسان کو نہیں۔ انسان ازدواجی لذت کی تحصیل کے لیے شادی کی شرائط کی تکمیل اور بعد ازاں بیوی اور اولاد کی روزی کمانے کے لیے کس قدر پریشانیاں اٹھاتا ہے لیکن اسی قسم کی لذت حاصل کرنے کے لیے حیوانات کو کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ بنا بران مادی تصور اور لذتیاتی مقصد کے پیشِ نظر دور حاضر کا انسان ایک لاکھ برس میں بھی حیوانِ مطلق کے مقام کو نہیں پا سکتا۔ اسی لیے قرآن حکیم نے ایسے مادی نظریہ رکھنے والوں کے حق میں فرمایا ہے: **اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ**" کہ وہ حیوانات کی طرح نہیں بلکہ ان سے بہت نیچے ہیں ایک دوسرے مقام پر فرمایا **اُولٰٓئِکَھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّہ** وہ تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔

مادی انسان اور حیوان کے غم میں موازنہ

موازنہ غم: لذت یابی میں مادہ پرست انسان سے ہم نے حیوان مطلق کو فائق ثابت کیا۔ اب ہم غم اور رنج میں دونوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ غم اور رنج چونکہ شعور پر مبنی ہے اور انسان کا شعور حیوان مطلق سے تیز اور قوی ہے لہٰذا انسان مصائب سے زیادہ متاثر ہوتا ہے اور حیوان مطلق میں یہ شعور بہت ہی کم ہے اس لیے تاثر بھی کم ہے۔ مثلاً انسان کو مستقبل کے خطرہ کا شعور ہوتا ہے لہٰذا وہ خطرہ کے وقوع سے قبل بہت پریشان رہتا ہے۔ ڈرتا ہے کہ کہیں ملازمت نہ چلی جائے، کہیں تجارت میں نقصان واقع نہ ہو جائے، کہیں فصل کو نقصان نہ پہنچ جائے، کہیں رعیت بغاوت نہ کر دے، کہیں دشمن حملہ آور نہ ہو...... لیکن حیوان مطلق ان تمام خطرات اور اُن سے ملحق سارے غموں سے بالکل فارغ ہے۔ اسی طرح کسی انسان کا بیٹا مر جاتا ہے، ماں یا بیوی مر جاتی ہے، بہن یا بھائی مر جاتے ہیں تو مدتوں مغموم رہتا ہے۔ کیونکہ انسان کے شعور میں پائیداری ہے۔ برخلاف حیوان مطلق کے کہ اس کو ان معاملات

میں انسان کا عشر عشیر بھی غم نہیں ہوتا۔ اب بتاؤ کہ اگر صرف مادی لذت وراحت پر کامیابی کا مدار ہے تو حیوان زیادہ کامیاب ہے یا ہم؟ حیوان کو نہ ماضی کا غم ہے نہ مستقبل کا اندیشہ اور ہم کو سب کچھ ہے۔

کامیاب کا اصلی راز دین فطرت پر عمل کرنے میں مضمر ہے:

دین فطرت کی دو قسمیں ہیں عام، خاص۔ دین فطرت عمومی کل کائنات عالم کا دین ہے۔ عرش سے لے کر فرش تک کائنات کا ذرہ ذرہ قدرت کے احکام تکوینیہ کی بندشوں میں جکڑا ہوا ہے۔

ذرۂ ذرۂ دہر کا زندانی تقدیر ہے پردۂ مجبوری وبیچارگی تدبیر ہے
آسماں مجبور ہے، شمس وقمر مجبور ہیں انجم سیماب پا رفتار پر مجبور ہیں

کائنات کی مشین کا ایک ایک پرزہ اطاعت حکم تکوینی اور تعمیل فرمان قدرت کے تحت حرکت کر رہا ہے اور اس کی خلاف ورزی کی طاقت اس کو نہیں۔ یہ گویا آئین خداوندی کا جبری نفاذ ہے اور مشیت الٰہی کے آگے کائنات کی پوری مشین سرنگوں ہے۔ اس کو قرآن کے ان الفاظ میں بیان کیا ہے ’’وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ‘‘۔ یعنی خدا کے اس تکوینی حکم کے آگے آسمان وزمین کی پوری کائنات سرنگوں ہے۔ یہ کائنات کا اسلام عمومی ہے جو کہ جبری اور غیر اختیاری ہے۔ اس لیے اس اسلام واطاعت عامہ پر ثواب وعذاب کا ثمرہ مرتب نہیں ہوتا اور اس معنی میں پوری کائنات مسلم اور تابع فرمان ہے۔

اسلام خصوصی:

اسلام خصوصی قانون الٰہی کی اس اطاعت کا نام ہے جس میں ہمارے اختیار کو دخل ہو۔ چاہے ہم اس دین کو اختیار کریں یا نہ، یہی دین احکام شریعت کی تعمیل کا نام ہے اور اسی دین پر فلاح اور عدم فلاح، ثواب وعذاب، جنت ودوزخ کا مدار ہے۔ یہی دین فطرت انسانی میں داخل ہے اور جس طرح طبعی دین کی خلاف ورزی میں تباہی ہے، اسی طرح شرعی دین کی مخالفت میں بھی بربادی اور تباہی ہے۔ مثلاً شیر کا طبعی اور فطری دین یہ ہے کہ وہ گوشت کھائے۔ یہ اس کے جسم کی فطری غذا ہے اور بیل کا فطری دین یہ ہے کہ وہ گھاس کھائے۔ اب اگر یہ دونوں فطرت کے خلاف چلنے لگیں، شیر گھاس کھائے اور بیل گوشت تو دونوں کی زندگی تباہ ہو جائے گی اور دونوں کی نشو ونما کا خاتمہ ہو جائے گا۔ بعینہ اسی طرح انسان بھی اگر اپنے فطری دین کی خلاف ورزی کرے تو اس کی انسانیت تباہ ہو جائے گی اور اس کی رُوح اور اخلاقی حس کی نشو ونما کا خاتمہ ہو جائے گا۔

دین فطرت کونسا ہے؟...... پہلا معیار:

دین فطرت کی شناخت ومعرفت کا پہلا معیار یہ ہے کہ خود اس دین میں بھی فطری دین ہونے کا دعویٰ موجود ہو۔ ایسا نہ ہو کہ خود وہ دین تو اعلان سے خاموش ہو اور اس دین کے پیرو اس کے متعلق اپنی طرف سے فطرت کا دعویٰ ٹھونس رہے ہوں۔ وہ نہ مدعی سست اور گواہ چست والا معاملہ ہوگا جو کسی طرح قابل پذیرائی نہیں اس معیار پر جب ہم

غور کرتے ہیں تو کرۂ ارض کے تمام ادیان میں کوئی دین ایسا نہیں جس میں اس کے فطری ہونے کا دعویٰ موجود ہو اور خود اس نے دین فطرت ہونے کا دعویٰ کیا ہو بجز دین اسلام کے کہ اُس نے صاف اعلان کیا ہے۔ **فَاَقِمْ وَجْهَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفاً فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ. ذَالِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ.** "سورۃ روم پارہ ۲۱)

(یعنی سیدھا کر اپنا رخ دین اسلام کی طرف یکسو ہو کر۔ یہی دین فطرت ہے جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ تم اس کو اپنے اختیار اور ماحول کے اثر سے خراب نہ کرو، یہی انسان کی اصلی زندگی کو قائم کرنے والا دین ہے لیکن اکثر لوگ اس راز کو نہیں سمجھتے)۔

دین فطرت کا دوسرا معیار: فطرت انسانی چونکہ جسم اور روح دونوں کا مجموعہ ہے اور دین ہر ایک دوسرے کے اثرات سے متاثر لہٰذا دین فطرت وہی ہے جس میں دونوں کی ترقی کا سامان موجود ہو۔ کیونکہ ترقی انسانی کی تکمیل اسی سے ہوسکتی ہے۔ جبکہ یہ ضروری ہے تو وحی الٰہی میں مادی وروحانی، دنیا وآخرت دونوں کے ارتقاء ونشوونما کے لیے احکام وہدایات موجود ہوں تا کہ فطرت انسانی ہمہ جہتی کے ساتھ ترقی پذیر ہو سکے۔ بدن اور روح دونوں کے تقاضوں کو پورا کیا جا سکے، اور کسی ایک کی بالیدگی کو اس میں نظر انداز نہ کر دیا گیا ہو۔ اس معیار پر ہم جب ادیان عالم پر نظر ڈالتے ہیں ہندو مذہب، بدھ مذہب، جین مذہب اور مسیحت اور اسی طرح یونان کے سقراطی اور افلاطونی تصور میں دین کے لیے دنیا اور بدن انسانی کی مادی ضروریات کو ایک قلم ترک کر دینے کی تلقین پر زور دیا گیا ہے اور ترک تعلقات، نفس کشی اور رہبانیت کو دین کا مرکزی نقطہ قرار دیا گیا ہے۔ جو درحقیقت فطرت انسانی کے خلاف جنگ ہے اس لیے اسلام نے **رَهْبَانِیَّةَ اِبْتَدَعُوْهَا مَا کَتَبْنَاهَا عَلَیْهِمْ** (القرآن) اور **وَلَا رَهْبَانِیَّةَ فِی الْاِسْلَامِ** (الحدیث) کہہ کر ان ادیان کے بنیادی نقطۂ فکر کی تردید کی۔

ان مذکورہ ادیان کے خلاف سوفسطائی تصور دین ہے جو اس وقت یورپ اور امریکہ بلکہ ایشیا کے مغرب زدہ طبقہ کا عملی مذہب ہے۔ اس میں روح کو نظر انداز کر کے سارا زورِ فکر بدن انسانی کے مادی فوائد پر مرکوز کیا گیا ہے اور لذتیت کو اپنا نصب العین اور محور فکر بنا دیا گیا۔ حقوق خدا، فکر آخرت، پاکیزگی رُوح کا تصور ان کے نزدیک قابل توجہ نہیں ان کا نظریہ حیات بقول اکبر یہ ہے:

چند دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ	کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پُھول جا

اس حیوانی اور خالص مادی مقصد فکر کا نتیجہ ہے کہ یورپ کو بے انتہا مادی ساز وسامان کے ہونے کے باوجود اب تک چین نصیب نہیں ہوا۔ اور مادی فوائد کے باوجود وہ اطمینان قلب کی دولت سے محروم ہے بلکہ اس خالص مادی نقطۂ فکر کی وجہ سے دنیا آئے دن کے خودکشی ہلڑ بازی، ہڑتالوں، احتجاجی جلوسوں، فکری انتشار، فریب دھوکہ بازی اور ایٹمی جنگوں کے تصور کی وجہ سے ان کے لیے جہنم کدہ بن گئی ہے اور ان کا باطنی اضطراب اس امر کا آئینہ دار ہے کہ ان کی یہ طرزِ زندگی

ان کے لیے تہذیب نہیں بلکہ تعذیب ہے۔ مغربی جرمنی کے ڈاکٹر از منسٹر کی جنگ گذشتہ کے متعلق بین الاقوامی رپورٹ کے مطابق گذشتہ جنگ عظیم میں چھ کروڑ انسان مقتول اور مجروح ہوئے اور پندرہ کروڑ اشخاص کے گھر جل کر خاک ہوئے، ڈھائی کروڑ افراد جلاوطن ہوئے۔ اور جنگ عظیم کے شیطانی تقاضوں کی تکمیل کے لیے اس جنگ میں اتنی رقم اور دولت صرف ہوئی جو بلا استثناء اگر انسانوں کی پوری آبادی پر بحساب اڑھائی سو روپے ماہوار فی کس تقسیم کردی جاتی تو ایک سو سال تک پوری انسانی آبادی اس سے خوشحال زندگی بسر کرسکتی تھی۔ یہ ہیں خدا سے بیزار آخرت فراموش، اور بے دین تہذیب کے وہ نتائج جو تہذیب کے نام پر دنیا کو پیش آئے۔ ساری دنیا کی ساری غیر مہذب قوموں کی مجموعی جنگوں کی پوری تاریخ میں ان نقصانات کا دسواں حصہ بھی نظر نہیں آتا۔ تو کیا اس تہذیب کو ہم تعذیب سمجھنے میں حق بجانب نہیں؟

دین فطرت کا تیسرا معیار:

انسان کی فطرت میں یہ امر داخل ہے کہ وہ ہر خیر اور فائدہ کو طلب کرتا ہے اور ہر ضرر اور شر سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ انسان کا یہ فطری جذبہ ناقابل تقسیم ہے۔ آپ کو ایسا کوئی انسان نہیں مل سکے گا جو ہر خیر کی طلب اور ہر شر سے تحفظ کا خواہاں نہ ہو۔ بناء بریں دین فطرت وہی ہے جو انسان کے اس فطری جذبہ کا جامع اور مکمل ترجمان ہو۔ اس میں انسانی زندگی کے ہر شعبے کے متعلق خیر و شر کے حدود متعین ہوں۔ خواہ اخلاقی ہوں یا معاشرتی، عدالتی ہوں یا تجارتی، تعزیراتی ہوں یا سیاسی، قومی ہوں یا بین الاقوامی، اخروی ہوں یا دنیاوی، الٰہی حقوق ہوں یا انسانی...... اس وقت دنیا میں کوئی ایسا دین نہیں جس میں تمام شعبہائے حیات انسانی کے متعلق جامع ہدایات اور احکام موجود ہوں۔ اگر ہے تو صرف دین اسلام ہے باقی ادیان میں سوائے چند مذہبی رسومات کے اور کچھ نہیں۔ فطرت کی اس آواز اور تقاضاؤں کی تکمیل صرف دین اسلام میں موجود ہے جو اس کے فطری ہونے کی دلیل ہے۔ (جاری ہے)

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

بہ فیضان نظر ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

29 جولائی 2021ء جمعرات بعد نماز مغرب

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

حضرت حافظ سید محمد کفیل بخاری دامت برکاتہم (امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب درسِ قرآن ہوتا ہے

الداعی　انتظامیہ مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان　061 4511961

عطامحمد جنجوعہ

قتال مرتدین کی پیشین گوئی کے مصداق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

قرآنی احکامات واقعات حق وصداقت پر مبنی ہیں اور اسی طرح مذکورہ پیشین گوئیاں ہمیشہ صحیح ثابت ہوئیں۔
سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۵۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو لائے گا جو اللہ کی محبوب ہوگی اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی۔ وہ نرم دل ہوں گے مسلمانوں پر اور سخت وتیز ہوں گے کفار پر، اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ بھی نہ کریں گے۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل جسے چاہے دے۔ اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور زبردست علم والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اس وقت کے مسلمانوں سے تہدید کے طور پر فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کا انحصار تم پر ہی نہیں۔ اگر تم میں سے کوئی مرتد ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو آگے لے آئے گا جن میں یہ اوصاف ہوں گے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو بے شمار قبائل مرتد ہو گئے تھے ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کون سے لوگ لایا تھا اور اُن کا سردار کون تھا جس کے ہاتھ پر یہ وعدہ پورا ہوا؟ اور جو لوگ تاریخ اسلام سے تھوڑے بہت واقف ہیں وہ بے ساختہ کہہ دیں گے کہ ان مرتدوں کے مقابلہ میں صحابہ کرام، انصار ومہاجرین لوگ اُٹھے تھے جنھوں نے ان سب مرتد لوگوں کی سرکوبی کی تھی اور ان کے سردار اور خلیفہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اب اس آیت سے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کی تصدیق ہوئی ہے اسی طرح سیدنا ابوبکر کی خلافت بھی برحق ثابت ہوئی ہے۔

دین سے مرتد ہونے والے عرب بدو تھے جن کی کوئی دینی خدمت نہ تھی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''صحابہ کرامؓ (مہاجرین، انصار اور مولفۃ القلوب قریش مکہ) میں سے کوئی بھی مرتد نہیں ہوا البتہ اجڈ قسم کے بدوؤں کی ایک جماعت ضرور مرتد ہوئی جن کی دین میں کوئی نصرت نہیں تھی یہ بات مشہور صحابہ میں موجب قدح نہیں'' (فتح الباری 385/11)

شبہ: مخالفین اہل سنت آیت مذکورہ سے متعلق متضاد نظریات کے حامل ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ماسوائے حضرت ابوذر، مقداد، سلمان اور عمار کے باقی سب صحابہ کرام نے ابوبکرؓ کی بیعت کر کے حق سے انحراف کیا۔

ازالہ: اُن کے دعویٰ کو مدنظر رکھ کر قابل غور پہلو ہے کہ آیت قتال مرتدین کے تحت وہ کون سی قوم تھی جن کے ذریعے اللہ تعالی نے ان مرتدوں کی سرکوبی کر کے وعدہ پورا کیا؟ اگر آپ کہیں کہ حضرت علی المرتضٰی نے مصلحت کے تحت خاموشی اختیار کر لی تو (وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِم) کے خلاف ہے چنانچہ قرآنی آیت کے منافی اُن کا دعویٰ دجل وفریب ہے۔

شبہہ: یہ آیت سیدنا علی المرتضٰی کے حق میں ہے جنھوں نے اپنے دور خلافت میں مرتدوں سے جنگ کی۔

ازالہ: سیدنا علی المرتضٰیؓ نے اپنے دور میں جن سے جنگ کی وہ مرتد نہ تھے خود سیدنا علی المرتضٰی نے اُن کے ایماندار ہونے کا اعتراف کیا۔

شیخ سید شریف رضی مؤلف نہج البلاغہ (م ۴۰۴ھ) نے سیدنا علی المرتضٰی کا فرمان نقل کیا ہے:

(وَمِنْ كِتَابٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَتَبَهُ اِلٰى أَهْلِ الْاَمْصَارِ يَقْتَصُّ فِيْهِ مَاجَرٰى بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَهْلِ صِفِّيْنِ) وَكَانَ بَدْءُ أَمْرِنَا انَّا اِلْتَقَيْنَا وَالْقَوْمِ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ. وَالظَّاهِرُ أَنَّ رَبَّنَا وَاحِدٌ وَنَبِيَّنَا وَاحِدٌ، وَدَعْوَتَنَا فِي الاِسْلَامِ وَاحِدَةٌ. لَا نَسْتَزِيْدُهُمْ فِي الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَالتَّصْدِيْقِ بِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَلَايَسْتَزِيْدُوْنَنَا. اَلْاَمْرُ وَاحِدٌ اِلَّا مَااخْتَلَفْنَا فِيْهِ مِنْ دَمِ عُثْمَانَ وَنَحْنُ مِنْهُ بَرَاءٌ“

(نہج البلاغہ عربی: الجزء الثالث ۳۲۵)

”(حضرت علیؓ نے) جو مختلف علاقوں کے باشندوں کو صفین کی روئداد مطلع کرنے کے لیے فرمایا! ابتدائی صورت حال یہ تھی کہ ہم اور شام والے آمنے سامنے آئے۔ اس حالت میں کہ ہمارا اللہ ایک، نبی ایک اور دعوت اسلام ایک تھی، نہ ہم ایمان باللہ اور اس کے رسول کی تصدیق میں ان سے کچھ زیادتی چاہتے تھے اور نہ وہ ہم سے اضافہ کے طالب تھے بالکل اتحاد تھا سوا اس اختلاف کے جو ہم میں خون عثمان کے بارے میں ہو گیا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ ہم اس سے بالکل بری الذمہ تھے۔ (نہج البلاغہ مترجم اردو: ۶۷۷ ج ۳ مکتوب نمبر ۵۸ از مفتی جعفر حسین، مطبوعہ لاہور)

اس وضاحت کے باوجود اُن کا اصرار یہ کہ سیدنا علی المرتضٰی کی لڑائی مرتدوں سے ہوئی۔ چونکہ آیت تقاضا کرتی ہے کہ کلمہ گو مرتد ہو جائیں تو اُن کے خلاف محبوب جماعت کا قتال ضرور ہوگا تاریخی حقیقت ہے کہ سیدنا علی المرتضٰی نے خلفاء ثلاثہ کے خلاف قتال نہیں کیا ثابت ہوا کہ وہ مومن تھے اور اُن کی خلافت جائز تھی ورنہ ان کے خلاف حضرت علیؓ ضرور قتال کرتے۔

آیت قتال مرتدین میں محبوب خدا جماعت کے اوصاف بیان ہوئے ہیں کہ وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت اور مومنوں کے لیے نرم دل ہوں گے۔

شیخ سید شریف رضی نے نام نہاد محبان کی جنگ سے روگردانی سے متعلق سیدنا علی کا فرمان نقل کیا ہے کہ:

مُنِیتُ بِمَنْ لَا یُطِیعُ اِذَا اَمَرْتُ وَلَا یُجِیبُ اِذَا دَعَوْتُ. لَا اَبَاً لَکُمْ مَا تَنْتَظِرُوْنَ بِنَصْرِ کُمْ رَبِّکُمْ. اَمَا دِیْنٌ یَجْمَعُکُمْ وَلَا حَمِیَّۃَ تَحْمِشُکُمْ اَقُوْمُ فِیْکُمْ مُسْتَصْرِخاً وَاُنَا دِیْکُمْ متغوثاً فَلَا تَسْمَعُوْنَ لِیْ قَوْلاً وَلَا تُطِیْعُوْنَ لِیْ اَمْراً حَتّٰی تَکْشِفَ الْاُمُوْرُ عَنْ عَوَاقِبِ الْمَسَائَۃِ فَمَا یُدْرَکُ بِکُمْ ثَارٌ وَلَا یُبْلَغُ بِکُمْ مَرَامٌ. دَعَوْتُکُمْ اِلیٰ نَصْرِ اِخْوَانِکُمْ فَجَرْجَرْتُمْ جَرْجَرَۃَ الْجَمَلِ الْاَسَرِ وَ تَثَاقَلْتُمْ تَثَاقُلَ النَّضْوِ الْاَدْبَرِ ثُمَّ خَرَجَ اِلَیَّ مِنْکُمْ جُنَیْدٌ متذَائِبٌ ضَعِیْفٌ کَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَی ا لْمُوْتِ وَ ھُمْ یَنْظُرُوْنَ. (نہج البلاغہ عربی: الجزء الاول ر ۵۷۔ خطبہ نمبر ۳۹)

امیر المؤمنین حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا!

’’میرا ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہے جنہیں حکم دیتا ہوں تو مانتے نہیں۔ بلاتا ہوں تو آواز پر لبیک نہیں کہتے۔ تمہارا برا ہو! اب اپنے اللہ کی نصرت کرنے میں تمہیں کس چیز کا انتظار ہے۔ کیا دین تمہیں ایک جگہ اکٹھا نہیں کرتا ؟ اور غیرت وحمیت تمہیں جوش میں نہیں لاتی ؟ میں تم میں کھڑا ہو کر چلاتا ہوں اور مدد کے لیے پکارتا ہوں، لیکن تم نہ میری کوئی بات سنتے ہو، نہ میرا کوئی حکم مانتے ہو، یہاں تک کہ ان فرمانیوں کے برے نتائج کھل کر سامنے آجائیں۔ نہ تمہارے ذریعے خون کا بدلہ لیا جاسکتا ہے، نہ کسی مقصد تک پہنچا جاسکتا ہے میں نے تم کو تمہارے ہی بھائیوں کی مدد کے لیے پکارا تھا۔ مگر تم اس اونٹ کی طرح بلبلانے لگے جس کی ناف میں درد ہو رہا ہو، اور اس لاغر وکمزور شتر کی طرح ڈھیلے پڑ گئے جس کی پیٹھ زخمی ہو۔ پھر میرے پاس تم تو لوگوں کی ایک چھوٹی سی متزلزل وکمزور فوج آئی، اس عالم میں کہ گویا اسے اس کی نظروں کے سامنے موت کی طرف دھکیلا جارہا ہے‘‘

(نہج البلاغہ مترجم اردو: ۱۸۲ خطبہ ۱۳۹ از مفتی جعفر حسین مطبوعہ لاہور)

آیت میں مرتدین سے قتال کرنے والی محبوب جماعت کا وصف بیان ہوا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے روگردانی نہ کریں گے جبکہ نہج البلاغہ کے بقول سیدنا علی کے فرمان سے صاف ظاہر ہے کہ وہ میدان جنگ میں حیلے بہانے تراشتے رہے۔ چنانچہ مذکورہ حقائق کی روشنی میں آیت میں مذکورہ محبوب جماعت کے اوصاف سیدنا علی کی جماعت میں نہیں ہیں۔

شبہ: مرتدوں کے قتال کی پیشین گوئی امام مہدی علیہ السلام کے دور میں پوری ہوگی

ازالہ: اہل سنت کے نزدیک قیامت کے قریب سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ زوجہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کی نسل سے محمد بن عبداللہ پیدا ہوں گے جو امام مہدی علیہ السلام کے عقب سے معروف ہونگے وہ بلاشبہ کفار کے مقابلہ میں کامیاب وکامران ہونگے تاہم آیت قتال مرتدین میں ’’مِنْکُمْ‘‘ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ پیشین گوئی زمانہ نزول کے لوگوں کے لیے ہے یعنی اس دور کے لوگوں میں سے کوئی مرتد ہوجائے اُن کے لیے وعید ہے۔ اگر اس آیت کو عام

کر دیا جائے تو زمانہ مستقبل کے ساتھ ساتھ زمانہ نزول بھی ضرور مراد ہوگا۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ دور نبوی کے آخری ایام میں اسلامی ریاست کے مختلف علاقوں میں نبوت کے چند دعویدار اُٹھ کھڑے ہوئے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کئی بدو قبائل کو مرتد کر کے اپنی صفوں میں شامل کرلیا۔ جبکہ بعض قبائل نے اعلان کیا کہ وہ اسلام پر تو قائم ہیں مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ یہ فتنے اس قسم کے خطرناک تھے کہ ذرا سی غفلت کرنے سے اسلامی نظام درہم برہم ہوسکتا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق اور ساتھیوں نے اتفاق رائے سے عزم واستقامت کا پہاڑ بن کر مرتدین سے قتال کیا اور داخلی فتنوں کی بیخ کنی کر کے امن واماں بحال کیا اور روم، ایران کی سرحدوں پر حملہ کر کے فتوحات کے زریں دور کا آغاز کیا۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے مانعین زکوٰۃ سے قتال کا ارادہ فرمایا تو سیدنا عمر فاروقؓ سمیت اکثر صحابہ کرامؓ نے آپ کی رائے سے اختلاف کیا تو اس موقع پر ''سیدنا ابوبکرؓ نے فرمایا! اللہ کی قسم! میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرتا ہے کیونکہ زکوٰۃ دینا مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر انہوں نے مجھ سے ایک رسی روک لی جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے اس انکار پر جنگ کروں گا۔ سیدنا عمرؓ نے کہا جب میں غور کیا تو مجھے یقین ہوگیا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نے جنگ کے لیے سیدنا ابوبکر کا سینہ کھول دیا ہے اور وہ جنگ کرنے کے سلسلہ میں حق پر ہیں''

صحیح البخاری کتاب الاعتصام، حدیث نمبر: ۲۲۸۴، ۲۲۸۵

دوسری روایت میں ہے سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: اے خلیفہ رسول! لوگوں کے ساتھ تالیف قلب اور نرمی کا برتاؤ کیجئے۔ فرمایا: عمر! جاہلیت میں بڑے بہادر اور اسلام میں اتنے بزدل؟ وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اور دین پورا ہوگیا ہے میرے جیتے جی اس میں کمی نہیں ہوسکتی۔ (مشکوٰۃ المصابیح المناقب ۶۰۳۴)

سیدنا ابوبکرؓ صدیق نے عقائد اسلام میں نظریہ ضرورت کے تحت لچک دار رویہ کو ہمیشہ کے لیے دفن کر دیا۔ قربان جائیں زبان نبوت سے صدیق کا اعزاز حاصل کرنے والے کی استقامت پر جب سب نے اختلاف کیا تو انھوں نے ''کیا دین میں کمی ہوجائے اور میں جیتا رہوں؟'' کہہ کر خلیفۃ الرسول کا صحیح معنوں میں وارث ہونے کا حق ادا کیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ آیت قتال مرتدین کی پیشین گوئی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کے حق میں سچ ثابت ہوئی کہ اللہ ایسی قوم کو لائے گا جو مسلمانوں کے ساتھ نرمی اور کفار کے ساتھ جہاد کرے گی اور وہ اس معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرے گی۔ تاریخی حقائق کی روشنی میں فتنہ ارتداد دور نبوی کے آخری ایام اور خلافت صدیقی کے ابتدائی دور میں ظہور پذیر ہوا۔ سیدنا ابوبکرؓ نے مدعیان نبوت اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف قتال کیا مطلع اسلام پر گرد وغبار کو صاف کیا اس دوران کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کی۔

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

''حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کے جانباز مجاہدوں کو قرآن کریم کن الفاظ سے خراجِ تحسین پیش کر رہا ہے جن کے سپاہیوں کی یہ شان ہو جن کے لشکری ان اوصاف حمیدہ سے متصف ہوں، جنہیں زبان قدرت ان پاکیزہ جملوں سے سرفراز فرما رہی ہو اُس خلیفہ برحق کی شان کتنی رفیع اور اُس کا مقام کتنا بلند ہوگا ایسے خلیفہ کی خلافت کی حقانیت کے بارے میں کسی ایسے شخص کو تو کوئی شبہ نہیں ہوسکتا جو قرآن کو خدا کا کلام اور اپنے خدا کو **علیم بذات الصدور** یقین کرتا ہو''

(ضیا القرآن جلد 1 ص 483 تا 484)

اللہ تعالیٰ نے آیت قتال مرتدین میں سیدنا ابوبکرؓ کا نام لے کر خلیفہ بنانے کا حکم نہیں دیا۔ البتہ عالم غیب سے ''**فسوف یاتی اللّٰہ**'' میں جس پیشگوئی کے ظہور پذیر ہونے کا وعدہ فرمایا، اگرچہ ابوبکرؓ کا تقرر واہل حل وعقد کے فیصلہ سے ہوا، تاہم پیشین گوئی کے ضمن میں جورب کی رضا تھی ارکان شوریٰ کے فیصلہ سے وہی ظہور پذیر ہوا۔ خلیفہ الرسول ابوبکرؓ صدیق اور اُن کے ساتھیوں نے مرتدین کے مقابلہ میں بے جگری سے جہاد کیا اور گلشن اسلام کو جان فشانی سے سیراب کیا جس کے پھولوں کی مہک سے عرب وعجم معطر ہوا۔

مآخذ ومراجع:

تیسیر القرآن	حافظ عبدالرحمٰن کیلانیؒ
احسن البیان	حافظ سراج الدین یوسفؒ
ضیاء القرآن	پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ
خلفاء راشدین	مرتبہ پروفیسر علامہ خالد محمودؒ
سیدنا ابوبکر صدیقؓ	ڈاکٹر علی محمد الصلابی

مشاہداتِ قادیان

مولانا عنایت اللہ چشتی رحمہ اللہ

● قادیان میں مجلس احرار اسلام کی اوّلین صدائے حق ● دفتر کا قیام ● تاریخی احرار تبلیغ کانفرنس کا انعقاد ● قادیانیوں کے ساتھ مناظرے اور مقابلے ● قادیان کے مسلمانوں میں جرأت واستقامت کی روح پھونکنے کے ایمان پرور تذکرے ● کفرستانِ قادیان میں احرار کے پہلے مبلّغ مولانا عنایت اللہ چشتی رحمہ اللہ کے قلم سے قادیان میں تحفظ ختم نبوت کی تاریخ ساز جدوجہد ● تحریک تحفظ ختم نبوت کی نوسالہ مقدس جدوجہد کے عینی شاہد اور میدانِ عمل میں دادِ شجاعت دینے والے عظیم مجاہد کی زبانی۔

صفحات: 400 قیمت -/600 روپے

ملنے کا پتا: بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم ملتان 0300-8020384

جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ قسط نمبر (2)

امیر المومنین خلیفۂ راشد سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ

حالات:

مُحَدَّثُ الامّۃ، عدلِ مجسّم شہیدِ تیغِ مجوسیت وسبائیت، امام ثانی، معزّ الاسلام امام المتقین امیر المومنین سید عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ کا سلسلۃ الذہب یوں ہے: سیدنا عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن عبد اللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب۔ امیر المومنین فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نویں پشت میں کعب پر جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے ہیں۔ تقابل اور تبرک کے لیے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ طیبہ بھی نقل کیا جاتا ہے۔ پس: محمد رسول اللہ الہادی الشفیع بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم

سیدنا عمر الفاروق الاعظم قریش کے مشہور قبیلہ بنو عدی میں سے ہیں۔ عدی بن کعب کی اولاد کو بنو عدی کہتے ہیں۔ آپ کی صاحبزادی سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا اُمّ المومنین تھیں، اس وجہ سے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر بھی ہیں۔ آپ فصیح وبلیغ، معاملہ فہم خطیب تھے۔ جاہلیت میں بھی آپ سفیر بنا کر بھیجے جاتے تھے۔ کیونکہ آپ بہت بہادر، حاضر جواب اور ذہین تھے۔

بہ وقت قبول اسلام عمر مبارک ستائیس برس کی تھی۔ قرآن پاک کی اکیس آیات آپ کی الہامی رائے کے مطابق نازل ہوئیں۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بڑے وزیر تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے بہترین مشیر اور وزیر تھے۔ سفر شام وعراق کے موقع پر آپ نے حضرت علی کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام امیر مقرر فرمایا تھا۔ نیز آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے داماد بھی تھے۔ سیدنا حسن اور حسین کی حقیقی ہمشیرہ سیدہ ام کلثوم بنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں تھیں۔ ان کا مہر بوجہ اہل بیت ہونے کے آپ نے چالیس ہزار مقرر کیا تھا۔

آپ حضرات اہل بیت سے بہت محبت رکھتے تھے۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا وظیفہ بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح پانچ پانچ ہزار مقرر فرمایا تھا۔ جب مدائن کا مال غنیمت مدینہ منورہ پہنچا تو اس میں بیش قیمت چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی تھیں جو آسانی سے چھپائی جا سکتی تھیں مگر دیانت دار مجاہدین اسلام نے وہ سب کی سب امیر لشکر سیدنا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیں اور وہ بیت المال کے خمس (پانچویں حصہ) میں شامل ہو کر مدینہ منورہ پہنچیں۔ یہ مال دیکھ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تعجب سے فرمایا کہ ''کیا ہی امانت دار ہے وہ قوم جس نے یہ مال اپنے امانت داروں تک صحیح وسلامت پہنچا دیا۔'' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا

’’کہ یاامیر المؤمنین! آپ نے امانت و دیانت اختیار کی۔تو آپ کی رعیت نے بھی امانت و دیانت اختیار کی اور اگر (خدانخواستہ) آپ میں خیانت اور بددیانتی ہوتی تو آپ کی رعیت بھی ضرور خیانت کرتی۔ **الناس علیٰ دین ملوکھم** (لوگ اپنے حاکموں اور بادشاہوں کے دین اور ڈھنگ پر چلتے ہیں)۔(۱) سبحان اللہ حضرت علیؓ نے کیا ہی پاکیزہ اصول بیان فرمایا۔ جس میں غور کرنے والے حضرات کے لیے کیا کیا عبرتیں اور نصیحتیں ہیں اور چاہیے کہ ہمارے مدعیٔ اسلام حکمران بھی اس اصول کی طرف توجہ اور دھیان دیں۔

آپ کے عہدِ خلافت میں چار ہزار چھبیس شہر فتح ہوئے، ملک شام، مصر، عراق، خراسان، سیستان اور مکران تک کے علاقے آپ کے عہد مبارک میں فتح ہوئے۔ فاتح مکران حضرت حکم بن عمر نے مکران کے بعد سندھ پر حملہ کی اجازت چاہی مگر آپ نے روک دیا۔ مدت خلافت دس برس چھ ماہ اور عمر مبارک بوقت شہادت تریسٹھ برس تھی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ کے غلام ’’فیروز‘‘ ایرانی مجوسی کے خنجر کے زخم سے بروز ہفتہ یکم محرم ۲۴ھ کو آپ کی شہادت ہوئی اور حجرۂ مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ! (اس لحاظ سے گنبد خضراء کے سایہ میں آپ کی قبر تیسرا مزار ہے۔ آپ کے بعد دنیائے اسلام کی کوئی بڑی سی بڑی شخصیت حجرۂ نبویہ میں نہ دفن ہوسکتی تھی نہ آج تک دفن ہوسکی ہے نہ ہوسکتی ہے، نہ ہوگی نہ ہوسکے گی۔ تا آنکہ قربِ قیامت میں بہ حکم خداوندی مطابق بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسیح مقدس سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام چوتھے آسمان سے زمین پر اتر کر چند برس دنیا میں قیام پذیر رہیں گے اور اپنے فرائض مفوضہ سرانجام دے کر مدینہ طیبہ میں وفات پائیں گے اور حجرۂ مبارکہ میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جس جگہ بیٹھ کر گھر کے کام کاج کرتی تھیں اور وہ ٹکڑا عہد نبوی سے حضرت مسیح علیہ السلام کے لیے خالی رکھا گیا ہے، اس ٹکڑے میں اہل اسلام کے ہاتھوں بہ امن وامان مدفون ہوں گے)۔ واضح رہے کہ اس خالی جگہ میں خود حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دفن ہونے کی اجازت مانگی تو آپ نے اس جگہ کا دفن مسیح کے وقت تک بہ طور امانت محفوظ رہنے اور کسی اور کو اجازت نہ دے سکنے کی ان الفاظ میں تصریح فرمائی کہ

:وانی لی بذالک؟ من موضع مافیہ الا موضع قبری وقبر أبی بکر وعمر وعیسیٰ بن مریم ترجمہ: بھلا میرے پاس کسی کو اس جگہ دفن ہونے کی اجازت دینے کی گنجائش کہاں ہوسکتی ہے کہ جہاں صرف میرے مزار اور ابوبکر وعمر اور عیسیٰ بن مریم علیہم السلام (والرضوان) کی قبروں کے لیے جگہ مقدر ہوچکی ہے۔ (کنز العمال: ج۷، ص: ۲۶۸)

اس حدیث مبارک کی روشنی میں اب ان تاریخی روایات کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہ جاتی جن میں بعض بزرگان اہل بیت کو روضۂ مطہرہ میں خلفاء وحکام بنی امیہ کی طرف سے اجازت دفن نہ دیئے جانے پر سبائیوں کو تو

اشتعال ونفرت انگیزی اور فتنۂ بغض وتوہینِ اکابرِ اسلام کی آگ بھڑکانے کا موقع ملتا ہی رہتا ہے۔ لیکن خود ہمارے سُنی کہلانے والے رواداری کے مالیخولیا کے مریض بھی ایسی کچھ باتوں کو پڑھ کر قرآن وحدیث کی طرح (معاذ اللہ) مقدس سمجھنے لگے ہیں اور بنو امیہ کے فرضی مظالم کی تصدیق اور اثبات میں بے دھڑک پیش کر کر کے انہیں ایک عقیدہ کی شکل دیے جا رہے ہیں۔ حالانکہ بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ وحی والہام کے مقابلہ میں تاریخ، سیرت اور قصہ کہانی کی کوئی حیثیت ووقعت نہیں۔ اور نہ ہی ان پر قرآن وحدیث اور فقہ کی طرح اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن خدا غارت کرے کذاب راویوں اور مفاد وموقع پرست جاہل واعظوں اور منافق وفتنہ پرواز یہود منش ذاکروں کو جن کی زبانی زہر چکانی اور عملی نیش زنی وبدکرداری نے امت کے ایک بڑے حصہ کو اپنے ہی دین کا ایک ایسا مسخ شدہ حلیہ دکھا دکھا کر دین کے اصل سرچشموں یعنی کتاب وسنت وصحابہ وازواج مطہرات وخلفاء اسلام اور دیگر اکابر ملت ہی سے بدظن کر کے رکھ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو فتنہ رافضیت وسبائیت کے ان ناپاک ومفسد برگ وبار کے اثرات سے محفوظ رکھیں اور عہد صحابہ کے اصل اسلام پر خاتمہ نصیب کریں (آمین)

آپ کا حلیہ:

بڑا سر، کھلی پیشانی، اونچا ناک بڑی بڑی آنکھیں، نگاہیں تیز عقابی، سرخ وسفید رنگ، دراز قامت، ہجوم مومنین میں سب سے اونچے دکھائی دیتے تھے۔ مضبوط گندھا ہوا جسم سُتے ہوئے چہرے پر گھنی داڑھی، کناروں سے بڑی بڑی سرخ مونچھیں......کوئی آدمی اپنے اندر آنکھ میں آنکھ ڈال کر دیکھنے کی جرأت نہیں رکھتا۔

نگاہ برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں   وہ آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں

ابن سعد، حاکم، زر بن حُبیش، واقدی، ابن عمر عبید ابن عمیر سلمہ بن اکوع، ابن عساکر ابو دجاء عطازی آپ کا یہی چہرہ مہرہ بیان کرتے ہیں۔ **(جاری ہے)**

حواشی

(۱) عربی کے مقولہ **الناس علی دین ملوکھم** کا صحیح نمونہ حافظ ابن کثیر نے بیان فرمایا کہ ہے۔ فرماتے ہیں: مؤرخین کا بیان ہے کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کو تعمیرات کا شوق تھا تو اس وقت لوگوں کا رجحان بھی تعمیرات کی طرف ہو گیا تھا کہ جب بھی آپس میں ملتے تو ایک دوسرے سے تعمیرات کا ہی پوچھتے اور سلیمان بن عبدالملک کو شادیوں کا بہت شوق تھا۔ تو لوگ بھی جب آپس میں ملتے تو ایک دوسرے سے شادیوں کے ہی تذکرے ہوتے۔ پھر جب (خلیفہ عادل) حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا وقت آیا تو آپ کو چونکہ تلاوت قرآن اور عبادت کا بہت شوق تھا تو لوگ بھی آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے کہ تمہارے اوراد کیا ہیں؟ کتنا قرآن روز پڑھتے ہو؟ کل کتنے نفل پڑھے تھے وغیرہ وغیرہ ابن کثیر ج ۹ ص: ۱۶۵

غلام مصطفیٰ اعوان (قسط نمبر 1)

امیر المومنین خلیفۃ المسلمین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابوسفیان (صخر) رضی اللہ عنہ بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی اُموی کے فرزند تھے۔ پانچویں پشت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب مل جاتا ہے۔

آپ کے والد قریش کے مشہور تاجر تھے۔ اُن کے سردار اور قائد تھے۔ اُن کی والدہ ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بھی قریش کی سرکردہ خواتین میں سے تھیں، فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام قبول کیا اور دونوں میاں بیوی مسلمان ہو گئے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ آنحضرت کے صحابی اور کاتب وحی ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں غزوہ حُنین اور طائف میں نمایاں حصہ لیا۔ اس طرح اُنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جہاد کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، آنحضرت کے معتمد تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں کاتب وحی مقرر کیا۔ اور اُن کے حق میں یہ دُعا فرمائی۔ **اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِياً وَمَهْدِيه**

ترجمہ: اے اللہ معاویہ کو ہادی مہدی بنا دیجئے۔ (ترمذی شریف)

یہ دُعا بھی فرمائی: **اَللّٰهُمَّ عَلِّم معاوية الكِتٰبَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعذَابَ** ترجمہ: اے اللہ! معاویہؓ کو قرآن کا علم دے اور عذاب سے بچا۔ (البدایۃ والنھایۃ، جلد نمبر 8 صفحہ نمبر 121 / کنز العمال، جلد نمبر 7 صفحہ 87)

سیدنا معاویہ جلیل القدر صحابی ہیں جن کا شمار کاتبین وحی صحابہ میں ہوتا ہے، کاتبین وحی کل تیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم ہیں جن میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ چھٹے نمبر پر ہیں، انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے بارے میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے، قرآن کے صفحے بڑے پاکیزہ ہیں۔ اور بزرگی والے ہیں، بڑی عظمت والے اور پاکیزگی والے ہیں، جن ہاتھوں نے قرآن پاک لکھا وہ ہاتھ بڑے چمکنے والے معزز اور نیکوکار ہیں۔ (سورۃ عبس آیت نمبر 12 تا 16)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں:

(۱) ایک دفعہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر سوار ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے معاویہ تمہارے جسم کا کون سا حصہ میرے نزدیک ہے، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرا پیٹ، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اسے علم اور بردباری سے بھر دے! (التاریخ الکبیر، امام بخاری، صفحہ نمبر 180)

(۲) سرور کائنات فخر موجودات امام الانبیاء سرتاج رسل سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو بحری جہاد کرے گا اُس کے لیے جنت واجب ہوگی۔ باالتفاق محدثین ومورخین سب سے پہلے بحری جہاد کرنے والے لشکر کے قائد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ تھے، (بخاری شریف کتاب الجہاد، باب قیل فی قتال الروم صفحہ نمبر 410)

سیدنا معاویہ صلحاءِ اُمت کی نظر میں:۔

(۱) سیدنا ابو درداء نے فرمایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہت رکھنے والی نماز پڑھنے والا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی نہیں دیکھا۔(تطہیر الجنان، صفحہ نمبر 24)

(۲) حضرت ابراہیم بن عسیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں عمر بن عبدالعزیز اپنے دور خلافت کسی کو خود کوڑے نہیں لگائے سوائے ایک شخص کے جس نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان درازی کی تھی اُس کو تین کوڑے لگائے۔(الا ستیعاب مع اصابہ فی تمیز الصحابہ، جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 403)

(۳) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ اگر میں راستے میں بیٹھ جاؤں اور سیدنا معاویہ رضی اللہ علیہ کے گھوڑے کے سُم کا غبار مجھ پر پڑے تو اُس کو میں نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔(امداد الفتاویٰ، صفحہ نمبر 23)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے لیے تشریف لے گئے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو سے فارغ ہوئے تو مجھ پر نظر پڑی تو فرمایا!

اے معاویہؓ! اگر تمہیں حکومت ملے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا، اور عدل وانصاف سے کام لینا، اُس کے بعد مجھے یہ یقین تھا کہ مجھے ذمہ داری ملے گی (اصابہ) اُنہی کا کہنا ہے کہ جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اگر حکومت ملے تو حُسنِ سلوک سے کام لینا، تو مجھے حکومت ملنے کی ہمیشہ اُمید رہی۔(اسد الغابہ)

بنوعباس کے دور میں جامع مسجد بغداد کے مرکزی دروازہ پر، کندہ کتبہ:

خیر الناس بعد الرسول صلی الله علیه وسلم :

ابوبکر، ثم عمر، ثم عثمان، ثم علی، ثم معاویه خال المومنین رضی الله عنهم

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمت میں سب سے افضل ابوبکر، اُن کے بعد عمر اُن کے بعد عثمان اُن کے بعد علی اور اُن کے بعد معاویہ، خال المومنین یعنی مومنوں کے ماموں، رضی اللہ عنھم (العواصم من القواصم، صفحہ نمبر 213)

7 ہجری ہے، عمرۃ القضاء ہے، ماں باپ سے چھپ کر، خالاؤں پھوپھیوں اور ساتھیوں سے چھپ کر ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ 27 برس کا خوبصورت جوان، جس نے عمرے کے دوران ہی سب سے پہلے کلمہ پڑھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں ہاتھ دے دیئے، سبز رنگ کا چوغہ زیب تن، عمامہ سر پر، گورا رنگ، بڑی بڑی آنکھیں، اُبھری ہوئی پیشانی، چوڑا سینہ اور تلوار ہاتھ میں، یہ خوبصورت جوان، اپنی خوبیوں میں منفرد وممتاز ہے۔ البیلا ہے، اچھوتا ہے، نرالا ہے، اور اسلام کی سیاست کا آرٹسٹ ہے، خوش چہرہ، خوش لباس، خوش عادت واطوار وادا، شہہ زور، شہہ دماغ وسخن ور معاویہ رضی اللہ عنہ، چھٹی پشت میں اُن کا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ ایک ہوتا ہے۔ یہ ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ صخر بن حرب بن اُمیہ بن عبدشمس بن عبدمناف۔ تخم ایک ہے خون ایک ہے، نسل ایک ہے،

نسب ایک ہے، خاندان ایک ہے، دنیا کا کوئی ظالم، معاویہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں کرسکتا، امام باقر رحمۃ اللہ کی روایت ہے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھم روایت کرتے ہیں کہ عمرۃ القضاء میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی قینچی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک تراشے، سب موجود تھے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دے کر بُلایا معاویہ کہاں ہیں معاویہ کو بلاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حجام بننے کی سعادت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔ کلمہ چھپ کر پڑھا اور حجامت سب کے سامنے بنائی۔ تا کہ قبول اسلام کا سب کو پتہ چل جائے۔ یہی جوان جب بڑھاپے کو پہنچا تو مؤرخین نے یوں تصویر کھینچی ہے، کان ابیض طویلا ''اجرخ، خوب صورت دراز قد تھے۔ بڑھاپے کی وجہ سے سر کے درمیان کے بال اُڑ گئے تھے۔ اور جانبین میں سفید بالوں کی جھالر آ گئی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اُنہیں شام کا گورنر بنایا، اُن کے بعض اقدامات پر باز پرس کی تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر فرمایا! خدا کی قسم! میری زندگی میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے کسی سے ہار مانی ہو۔ ایک تو ہے کہ جب تجھ سے بات کرتا ہوں تو مجھے میری بات میں اُلجھا دیتا ہے، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پاس کھڑے تھے، فرمانے لگے! امیر المومنین کیف وجدت ھذا الشاب، نوجوان کیسا ہے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! ہمارے اندر معاویہ سے بڑھ کر کوئی مدبر نہیں۔

بزم نبیؐ کے کاتب وبیعت نبیؐ کے رکن　　فوج نبیؐ کے خادم وافسر معاویہؓ
مُوئے مبارک وچادر وناخن رسول کے　　لیکر گئے قبر کے اندر معاویہؓ
قول نبی ہے حشر میں ہوگا کفن عطا　　آئیں گے اوڑھے نور کی چادر معاویہؓ

(ابن امیر شریعتؒ امام اہل سنت مولانا ابوذر ابومعاویہ عطاء المنعم شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

شانِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ:

جس دل میں سیدنا معاویہ کی شان نہیں　　سچ تو یہ ہے کہ وہ ملعون مسلمان نہیں
تاریخ سے کیا پوچھتے ہو معاویہ کی صداقت　　کیا تمہارے پاس لکھا ہوا معاویہ کا قرآن نہیں

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کی بشارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم!

حدثنا احمد بن محمد الصیدلانی حد ثنا السری عن عاصم حد ثنا عبداللہ بن یحییٰ بن کثیر عن ابیہ ھشام ابن عروہ، عن عائشہ رضی اللہ عنھا، قالت لما کان یوم اُم حبیبہ رضی اللہ عنھا، من النبی صلی اللہ علیہ وسلم دق الباب داقٌ فقال ماھذا؟ قالو امعاویۃ، قال ائذنوا لہ، فدخل وعلیٰ اذنہ قلم یخط بہ، فقال ماھذا بقلم علیٰ اذنک!! یا معاویۃ؟ قال قلم اعددتہ للہ ولرسولہ، فقال لہ رسول اللہ جزاک اللہ عن نبیک خیرا واللہ استکتبک الا بوحی من اللہ، وما افعل من صغیرۃ ولا کبیرۃ الا بوحی من اللہ، کیف بک لو قمصک اللہ قمیصاً (یعنی عن الخلافتہ) قامت اُمّ حبیبہؓ فجلست بین یدیہ وقالت یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوان اللہ مقمصہ قمیصاً؟ قال نعم! ولکن فیہ ھنات وھنات، فقلت یارسول اللہ فادع

الله له، فقال اللهم اهده بالهدى وجنبه الردى واغفر له في الآخرة والأولى.

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنھا کی باری میں ایک دفعہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ نے ارشاد فرمایا دیکھو! کون ہے؟ اُنہوں نے آپ سے عرض کیا معاویہؓ ہیں آپ نے فرمایا اُن کو آنے دو۔ آپ کان میں قلم رکھے ہوئے داخل ہوئے جس سے آپ لکھتے تھے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تمہارے کان میں یہ قلم کیسی؟ عرض کیا اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس قلم کو تیار کر رکھا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بہترین بدلہ دے! خدا کی قسم میں تو تم سے وہی لکھوں گا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو، کوئی بھی چھوٹی بڑی بات میں کروں گا اللہ ہی کے حکم سے کروں گا۔ تمہارا کیا حال ہوگا جب اللہ تعالیٰ تمہیں قمیض (یعنی خلافت) عطا کرے گا؟ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنھا کھڑی ہوئیں پھر آپ کے سامنے بیٹھ کر کہنے لگیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اللہ تعالیٰ انہیں قمیض پہنائیں گے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہاں!! لیکن اُس میں کچھ کمزوریاں ہوں گی، اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنھا نے عرض کیا! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تب تو آپ اُن کے لیے دُعا فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی! اللہ سیدھے راستے کی اُن کو ہدایت فرما، اور خرابی سے اُنہیں بچا اور دُنیا و آخرت دونوں میں اُن کی مغفرت فرما۔

(۲) عن عمرو بن العاص وقد سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم! اللهم علمه الكتب ومكن له في البلاد وقه العذاب.

ترجمہ: حضرت عمرو بن عاص فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح دعا کرتے ہوئے سُنا۔ اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو کتاب کا علم عطا فرما، اور ملکوں میں اُسے اقتدار عطا فرما اور اُسے عذاب سے بچا۔

(۳) قال الحسن رضی اللہ عنہ ابن علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب، سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یقول لاتذھب الایام واللیالی حتیٰ یملک معاویہؓ

ترجمہ: سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا! کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ دن رات کی گردش جاری رہے گی یہاں تک معاویہ رضی اللہ عنہ ملک بن جائیں گے۔ (البدایۃ والنھایۃ، جلد نمبر 8 صفحہ نمبر 131)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت کی پیش گوئی:

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاویہ کو ہی خطاب کر کے فرمایا:

يَامعاويه اِنْ وَلِيْتَ اَمْراً فَاتَّقِ اللّٰه وَاعْدَلْ ترجمہ: اے معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تمہیں حکومت (یعنی خلافت) ملے تو اللہ سے ڈرنا، اور عدل سے کام لینا۔ (البدایۃ والنھایۃ، جلد نمبر 8 صفحہ نمبر 133 / اسد الغابہ، جلد نمبر 4 صفحہ نمبر 378 / کنز العمال جلد نمبر 7 صفحہ نمبر 87)

علامہ مولانا محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ

دارالندوہ میں پاس شدہ قریش کی قرارداد کے مطابق عمر بن خطاب، تلوار حمائل کر کے گھر سے چلے، راستے میں نعیم رضی اللہ عنہ مل گئے، پوچھا:

عمر! کیا پروگرام ہے، آج تمہارے تیور کچھ بدلے ہوئے ہیں؟ کہا عبداللہ کا بیٹا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس نے لوگوں کو ان کے آبائی دین سے پھیرنے کی مہم چلا رکھی ہے، میں اس کا سر قلم کرنے جا رہا ہوں۔ نعیم نے کہا: پہلے تم اپنے گھر کی خبر تو لو، تمہاری بہن فاطمہ رضی اللہ عنہا اور تمہارے بہنوئی سعید رضی اللہ عنہ، دونوں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ چکے ہیں، سیخ پا ہو گئے، فوراً ان کے گھر پہنچے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا قرآن مجید (غالبًا سورۂ طہٰ) پڑھ رہی تھیں۔ بے تحاشا بہن اور بہنوئی کو مارنا شروع کیا۔ بہن کے سر سے خون بہنے لگا، تو اس سے پوچھا: بتاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو چھوڑتی ہو یا نہیں؟ بہن نے سسکیاں بھرتے ہوئے جواب دیا: فاقض ما انت قاض جو چاہو، کرلو، بادۂ الست کا نشہ وہ نشہ نہیں جو اتر جائے گا۔ اب بھائی کا دل بھر آیا۔ بہن سے کہا: اچھا، جو کچھ تم پڑھ رہی تھیں مجھے سناؤ۔ انہوں نے اوراق نکال کر پڑھنا شروع کیا۔ ادھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی **دعا اللھم اید الاسلام بعمر بن الخطاب** کی قبولیت کی گھڑی آ چکی تھی، ایمان کی جڑیں، عمر کے دل میں اترنے لگیں، پکار اٹھے: **اشھدان لا الہ اللہ و اشھدان محمد رسول اللہ** وہاں سے اٹھ کر سیدھے بارگاہ نبوت (دار ارقم رضی اللہ عنہ) میں حاضر ہوئے، اور اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ حضر سعید بن زید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی بھی تھے اور برادر نسبتی بھی۔ (سالے بھی اور بہنوئی بھی) صحیح بخاری میں ہے کہ ان کے والد، زید بن عمرو بن نفیل، دین ابراہیمی کے پیروکار تھے، بت پرستی اور بتوں کے نام پر ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت کھانے سے انکاری تھے کہا کرتے تھے بکری کو پیدا اللہ نے کیا، اللہ ہی نے زمین سے اس کے لیے خوراک اور آسمان سے پانی مہیا فرمایا، لیکن تم اسے ذبح غیر اللہ کے نام پر کرتے ہو، کتنی غلط بات ہے؟

زید کے سامنے کوئی شخص بچی کو زندہ در گور کرنا چاہتا، تو وہ اسے لے لیتے اسے قتل نہ کرو، اس کا خرچ اخراج میرے ذمہ ہے جب وہ جوان ہو جاتی، تو اس لیے باپ سے کہتے اب تم چاہو تو اسے لے جاؤ، ورنہ تو کوئی بات نہیں میں اس کی کفالت کرتا رہوں گا۔(۱)

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو گھر میں اس قسم کا ماحول ملا تھا، اس لیے انہوں نے بہت جلد اسلام قبول کر لیا۔ نہ صرف یہ کہ خود مسلمان ہوئے، بلکہ بعد میں عمر جیسے جری انسان کے لیے بھی ہدایت کا باعث بنے۔

غزوۂ بدر کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ، ابوسفیان کے تجارتی قافلے کا حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا تھا، اس لیے شریک غزوہ نہ ہو سکے، تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مال غنیمت سے بھی حصہ دیا اور جہاد کے ثواب کی خوشخبری بھی سنائی۔ عہد خلافت راشدہ میں فوجی مہمات میں شامل ہوتے رہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں کوفہ میں کچھ اراضی دے دی تھی چنانچہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ وہیں منتقل ہو گئے، مگر وفات، مدینہ کے قریب ان کی مستقل رہائش گاہ پر ہوئی حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی **انا للہ و انا الیہ راجعون.**

حضرت سعید رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے۔ اروی نامی ایک عورت نے حاکم مدینہ (مروان) کے پاس ان کی شکایت کی، کہ انہوں نے اس کی کچھ زمین ناحق لے لی ہے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کی زمین کیسے لے سکتا ہوں، جب کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم سے سنا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے کسی شخص کی بالشت بھر زمین ناحق لے لی، تو ساتوں زمینوں سے وہ بالشب بھر طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالا جائے گا''۔ مروان نے کہا بس، بس۔ دعوی کے مطابق زمین اسے سے دی او ساتھ ہی بمصداق،

دل ہی تو ہے، نہ سنگ وخشت، درد سے بھر نہ آئے کیوں

ان کے منہ سے بدوعا کے یہ جملے نکلے۔

''اے اللہ! اگر یہ جھوٹی ہے تو اسے اندھا کر دے اور اسی زمین میں اسے موت دے'' دیکھنے والے کہتے ہیں وہ عورت اندھی ہوگئی تھی دیواروں کو پکڑتی پھرتی تھی اور کہتی تھی سعید رضی اللہ عنہ کی بددعاء مجھے لگ گئی ہے۔ ایک مرتبہ اس زمین کے کنوئیں کے پاس سے گذری، تو اس میں گر کر مر گئی اور وہی کنواں اس کی قبر بنا۔

حضرت سعید بن زیدؓ کے زہد وورع اور صلاح وتقوی کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حق میں فرمایا: **سعید بن زید فی الجنتہ.**

حواشی

(۱) ابن حجر نے الاصابہ میں کچھ اور بھی تفصیلات دی ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ عامر بن ربیعہ کہتے ہیں، کہ زید سے میری ملاقات ہوئی، تو انہوں نے کہا: میں اپنی قوم کو چھوڑ چکا ہوں، ملت ابراہیمی کا پیروکار ہوں۔ اب میں نبی آخر الزمان کی آمد کا منتظر ہوں، مگر مجھے امید نہیں ہے کہ میں ان سے مل سکوں! پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چند صفات جو علماء اہل کتاب سے سن رکھی تھیں، بیان کیں اور آخر میں کہا: عامر اگر تم ان سے ملو، تو میری طرف سے سلام کہنا۔ چنانچہ بعد میں جب میں مسلمان ہوا تو میں نے زید کے سلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور ان کے حق میں رحمت کی دعا کرتے ہوئے فرمایا: **قد رایتہ فی الجنۃ یسحب ذیولا** (اصابہ ص ۵۷۰ ج ۱) میں نے اسے بہشت میں دیکھا، وہ دامن کو گھسیٹتا پھر رہا تھا۔

ابن امیر شریعت حضرت مولانا سیّد عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قربانی......حکمت اور مسائل و احکام

اسلام امن وسلامتی کا ہی نام ہے اسلام کے ہر عمل سے سلامتی پیدا ہوتی اور امن پھیلتا ہے ہر باشعور آدمی غور وفکر کی نعمت سے اس حقیقت کو پا سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی آمد سے قبل انسانوں کے اعمال جس برائی، خباثت اور شیطنت سے آشنا ہو چکے تھے اسلام نے انہی اعمال کو اسوۂ حسنہ میں پابند کر کے محبت، آدمیت، امن، سلامتی اور عافیت پیدا کر دی۔ غور فرمایئے قبائل کے سردار اور ان کے ساتھی کھانا کھا رہے ہیں ہمہ قسم نعمت ان کے سامنے چن دی گئی ہے مگر کیا مجال کہ غلام اس کی طرف دیکھ بھی جائے۔ روساء و بزرجمہر کھا پی کے فارغ ہوں گے۔ تو بچا کھچا ان کے منہ میں بھی پہنچ جائے گا جو غلام ہونے کا طعنہ سینے پر سجائے ہاتھ باندھے کھڑے ہیں۔ یہ اسلام ہی ہے جس نے آ کر مکارم اخلاق پیدا کئے۔ اسی معاشرے میں غلام کو آقا کے برابر اور فقیر کو امیر جیسا کر دیا۔ من وتو کی تمیز ختم کر دی۔ معاشرے میں حسن پیدا کیا۔ جو نہ کلیوں میں نہ غنچوں میں، نہ پھولوں میں نہ بہاروں میں ہے۔ دنیا کے کسی نظام میں بھی یہ حسن وخوبی، یہ برابری و برادری نہیں ہے۔ دنیائے فکر میں انقلاب بپا کیجئے اور چودہ سو برس کی الٹی زقند لگایئے۔ چشم خرد کھولیے اور ملاحظہ کیجئے کہ مولائے کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ لکڑی کے ایک پیالے میں لقمے لگا لگا کر کھا رہے ہیں۔ غلام آقا کے روبرو ہے، نظر و توجہ کی نعمتوں سے بھی مالا مال ہو رہا ہے اور معاش ومعاد کے لیے بھی سنوار رہا ہے۔ جی ہاں یہ وہی بلال ہے جسے کفارِ مکہ کا جمہوری نظام اور جمہوری گماشتے اپنے برابر دیکھنا نہیں چاہتے تھے اور اسے غلام ہی مارنا چاہتے تھے، اسی طرح قربانی کا عمل بھی معاشرے میں امن وسلامتی اور بلندی پیدا کرتا ہے۔

قربانی تو زمانہء جاہلیت میں بھی امن وسلامتی اور سفر کے خطرات سے بچاتی تھی۔ عرب کا معمول تھا کوئی شخص اگر حج کے لیے آمادہ سفر ہے تو اسے اپنے قربانی کے جانوروں کے گلے میں پٹے ڈال کر ساتھ رکھنا پڑتا۔ اور یہ قربانی کا پٹہ ہی راستے کے خطرات ومشکلات کے بچنے کی علامت ہوتا۔ نتیجہ یہ نکلتا کہ ایسا مسافر اپنے ساز وسامان سمیت منزل مراد پر پہنچ جاتا۔ حج کرتا، قربانی دیتا اور رضاء الٰہی کی نعمتیں سمیٹتا واپس لوٹ جاتا۔ قربانی کے اس جانور کو ھدی کہا جاتا ہے۔ ویسے عربوں میں یہ دستور تھا کہ دین ابراہیمی کے مطابق وہ چار مہینوں کا بہت احترام کرتے یعنی رجب، ذی قعد، ذی الحج، اور محرم...... یہ مہینے پر امن اور عافیت وسلامتی کے مہینے تھے قرآن کریم نے بھی ان مہینوں کے باعزت و باوقار ہونے کا ذکر فرمایا ہے مِنھا اربعۃٌ حُرم ان میں سے چار بہت معزز ہیں (سورۃ التوبہ)۔ انہی چار ماہ کے اعزاز واکرام میں عرب اپنی جاہلیت کی عادتیں، لڑائی جھگڑے ختم کر دیتے تھے۔ ذی الحجہ کا مہینہ بھی انہی مکرم ومحترم مہینوں کا حصہ ہے۔ جس میں قربانی، حج اور عبادات اس کا جزو لاینفک ہے۔ اس لیے بھی یہ امن وامان اور عافیت وسلامتی کا پیغام سرمدی ہے۔ امن عامہ کی نوید الٰہی ہے۔ مگر ہمارے معاشرہ میں چونکہ اسلام کو ثانوی حیثیت دیدی گئی ہے اور جمہوریت کو پہلی پوزیشن، اس لیے

موجودہ معاشرے پر پھٹکار پڑ رہی ہے۔عرب جہلا تو پٹے والے قربانی کے جانوروں کی لوٹ مار نہیں کرتے تھے۔''یہ جمہوریت زادے'' اور ''روشن خیال'' وہ بھی نہیں چھوڑتے۔اس عمل خبیث میں یہ اُن سے بھی آگے نکل گئے۔لوگوں نے مہندی، جھانجر، زنجیر اور پٹے قربانی کی تمام نشانیوں سے اپنے قربانی کے جانوروں کو مرصع کیا ہوتا ہے، مگر یہ فرزندانِ ناہموار اسے بھی چوری کرنے سے باز نہیں آتے۔اگر ''لبرل اسلام'' کے ماننے والے منافقین اپنے رویے تبدیل کر کے حقیقی اسلام کے پیروکار بن جائیں یعنی مکمل مومن بن جائیں تو امت کو یہ روز سیاہ دیکھنا نصیب نہ ہو! اس پر مستزاد یہ کہ ان چوروں اور حرام خوروں کو پاکستان کی رسوائے زمانہ تعزیرات سزا نہیں دیتی بلکہ ''لبرل اسلام'' کی نمائندہ کمیونٹی جو حدود اللہ کو ''وحشیانہ'' سزائیں کہتی ہے وہ وحشی اور جنگلی بھی اس درندگی پر بہت پریشان ہیں مگر امن قائم نہیں کر سکے۔جو دن بھی طلوع ہوتا ہے، وہ فسق وفجور کی تمازت بڑھا دیتا ہے۔خود کو ترقی یافتہ کہنے والے یورپ کے اندھے مقلد پاکستان میں خیر پیدا نہیں کر سکے، پاکستان کی سیکولر سیاسی قوتیں شر، فتنہ وفساد اور تباہی کی نمائندگی کرتی، اسے پھیلاتی اور حکومت کرتی ہیں۔یہ چار پانچ فیصد جو امن کے روح پرور مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔یہ صرف ان دینی اعمال کی وجہ سے ہیں جو مسلمان انفرادی اور ذاتی ذوق کی بنیاد پر کرتے ہیں ورنہ ریاست کے قانون بدنے تو انکارِ اعمال کی کھلی آزادی دے رکھی ہے۔اللہ کی پناہ!

قربانی اپنا شاندار ماضی، امن وسلامتی پر سچی تاریخی روایت وشہادت رکھتی ہے۔دورِ حاضر میں قربانی نہ صرف یہ کہ امن کا پیغام ہے بلکہ مسئلہ معاش کے حل کا عظیم پہلو بھی اپنے جلو میں رکھتی ہے کہ اس عمل صالح کی بدولت معاشی بدحالی ختم ہوتی اور معاشی امن پیدا ہوتا ہے۔سینکڑوں غریب امیر ہو جاتے ہیں۔قرآن کا حکم ہے:

فکلو ا منھا و اطعمو البائس الفقیر . (الحج آیت ۲۸) سو کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ محتاج بے حال کو۔

فکلوا منھا و اطعموا القانع و المعتر . (الحج آیت ۳۶) سو کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ صبر سے بیٹھنے والے کو اور بیقراری کرنے والے کو۔

ہمارے معاشرہ میں سرمائے کی غیر منصفانہ تقسیم اور یورپ کے معیارِ زندگی کی نقالی نے معاشرہ کو طبقات میں تقسیم کر دیا ہے۔اعلیٰ طبقہ کہلانے والے لوگ اخلاق سے عاری، ہمدردی سے محروم، اخوۃ، برادری اور برابری کے شائستہ جذبات کو خیر باد کہہ کر دوسرے تیسرے اور چوتھے طبقہ کے لوگوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں کہ اللہ کی پناہ۔ہمارے معاشرے کا دوسرا تیسرا اور چوتھا طبقہ زندگی کی راحتوں سے مجبور اور معاشی حالات سے رنجور ہے اور سفید پوشی، ظاہرداری اور برادریوں کے جذبۂ تقابل میں اس قدر چُور چُور ہے کہ توبہ ہی بھلی۔معاشرے کے جن لوگوں کے پاس مال ومنال زر وجواہر اور دھن دولت موجود ہے۔پھر اُن میں سے جو اس دولت کو دین کے احکام کے مطابق صرف کرتے ہیں۔زکوٰۃ دیتے ہیں صدقات دیتے ہیں انفاق عام کرتے ہیں وہ جب قربانی دیں گے تو معاشرہ کے ایسے افراد جو بے چارے مال کی کمی کے سبب ہفتوں اور مہینوں تک گوشت کی شکل سے ناآشنا اور اس کی لذت سے محروم رہتے ہیں۔قربانی کرنے والا خود کھائے تو اس کی اجازت ہے اس لیے کہ ''**فکلوا منھا** ''امرِ

استحباب ہے امرِ وجوب نہیں یعنی اجازت ہے حکم نہیں جیسے **واذا حللتم فاصطادوا** . (پ ۶ ۔المائدہ۔ آیت ۲)
اور جب احرام سے نکلو تو شکار کر سکتے ہو۔

اپنے گھر کے لیے رکھ لے تو اجازت ہے اگر نہ رکھے تو بہتر ہے اور واجب ہے کہ وہ قربانی کا گوشت بے حال محتاج، نادار، بے یارو مددگار اور ایسا مسکین جو قانع صابر محروم ہو اور ایسا مسکین بھی جو سائل اور بے قرار ہو بھوک کے ہاتھوں تنگ آ کر مانگنے لگ جائے سب کو تلاش کر کے پہنچایا جائے۔ ایسے ضرورت مندوں کو زکوۃ صدقات وغیرہ کی طرح قربانی کا گوشت پہنچانے سے ان کی طبعی تندی ترشی اور حالات سے پیدا شدہ نفرتیں کم ہوں گی۔ غضب وانتقام کی جگہ محبت واحترام پیدا ہوگا۔ لوٹ مار قتل وغارتگری کی بجائے حفاظت وخدمت کے نیک جذبات ظہور پذیر ہوں گے۔ معاشرہ میں امن وسلامتی غالب آئے گی یعنی خیر طالب اور شر مغلوب ہوگا۔ رودے اور کھالیں بھی معاشرے کے انہی پسے ہوئے لوگوں کا حق ہے۔ قصاب قطعاً کھال رودے اُجرت میں نہیں لیجا سکتے قربانی کے جانوروں پر ڈالے گئے کپڑے گھنٹیاں زنجیریں جھانجریں وغیرہ سب چیزیں غرباء کا حق ہیں۔ جب غرباء کو ان کا شرعی حق مال کی صورت میں پہنچے گا تو معاشی ناہمواری دور ہوگی اور معاشی ناہمواری کے دور ہونے سے جذبہ حسد و رقابت بھی دور ہوگا جس کا نتیجہ ہے خوشحالی مختصر اً ملاحظہ کریں۔

قربانی کے فوائد:

(۱) ایک طبقہ میں گردش زر قائم ہوئی۔ قربانی کے لیے جانور خریدے گئے۔ بیچنے والے کو مال منتقل ہوا۔ اُسے کچھ روز گھر میں رکھا، خدمت کی، گھاس دانہ کھلایا

(۲) دوسرے طبقہ میں گردشِ زر قائم ہوئی۔ قصاب نے ذبح کیا اور مزدوری لی۔

(۳) تیسرے طبقہ میں گردشِ زر قائم ہوئی، کھال فروخت ہوئی یا خیراتی اداروں میں تقسیم ہوئی۔

(۴) چوتھے طبقہ میں گردشِ زر قائم ہوئی۔ رودے، زنجیر، کپڑا، جھانجر فروخت ہوئی۔ ان کی قیمت مساکین یتامیٰ، بیوگان محتاج، غریب، دینی کارکن، دینی مدارس کے مسافر طلباء واساتذہ میں مختلف صورتوں میں تقسیم ہوئی۔

(۵) پانچویں طبقہ میں گردش زر قائم ہوئی۔ سرمایہ انجماد سے بچا۔ ایک ہاتھ میں نہ رہا مختلف ہاتھوں میں پہنچا ملک وقوم کو فائدہ پہنچا۔ ایسا اہم اور عظیم عمل جس سے معاشرے کے پانچ طبقوں کو فیض، نفع اور فائدہ پہنچتا ہو اس کی مخالفت کرنا کہاں کی خدمتِ انسانی اور خدمتِ حیوانی ہے۔ یا دانشمندی ہے؟ بجز اس کے کہ

بک رہے ہیں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

ہاں یہ سیکولرسٹوں کا ''روشن اور لبرل اسلام'' تو ہوسکتا ہے حقیقی دین اسلام نہیں۔

قربانی اور قربانی کے جانور: قربانی اور قربانی کے جانور شعائر اللہ میں سے ہیں۔ (الحج آیت ۳۶)
ایسے لوگ جو بے رحمی اور حیوانات کے انسداد کی ذیل میں قربانی کے عمل کو رد کرتے ہیں یا مال کے ضیاع کی نام

نہاد حکمت کی بنیاد پر اس کو غلط قرار دیتے ہیں وہ لوگ بنیادی طور پر جاہل وظالم ہیں۔ اس لیے کہ قرآن حکیم نے قربانی اور قربانی کے جانوروں کی حیثیت دین اسلام کی علامتوں میں سے دو علامتیں قرار دی ہیں۔ دین کی علامتوں کی تعظیم دلوں کے تقویٰ کی علامت ہے۔ ان شعائر کا احترام نہ کرنے والے لوگ خلوص سے محروم ہیں۔ شعائر اللہ کی باقاعدہ و باضابطہ شرعی حیثیت وعظمت ہے۔ اس عمل کی ایک مذہبی، شرعی اور قانونی تاریخ ہے اس کی تردید، تغلیط اور توھین، احکام ومسائل اور قوانین قرآنی سے بے خبری، لاعلمی اور جہالت پر مبنی ہے۔ پھر ایسا آدمی جو قربانی جیسے عمل خیر کو روکتا ہے، اس کے خلاف ذہنوں کو ہموار کرتا ہے اور فضول قسم کی باتیں جو یاوہ گوئی اور ہرزہ سرائی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں، کرتا رہتا ہے۔ وہ معاشرے کو باہم ایک دوسرے سے کاٹنا چاہتا ہے۔ قربانی کے عمل سے معاشرہ کے تمام طبقات باہم مربوط ہوجاتے ہیں اور یہ حیوانات پر رحم کرنے والا نام نہاد مہربان انسانوں کو محبت، مؤدت، ارتباط، معاشرتی ترقی سے محروم کرنے والا ظالم، سفاک اور خود غرض ہے کہ انسانوں پر رحم نہیں کرتا!

پیغام:

عید، خوش خوراکی وخوش پوشاکی اور کھیل کود کا نام ہی تو نہیں بلکہ عید عبارت ہے......
اجتماعیت ویکجہتی سے، قربانی وایثار سے، عدل وتقویٰ سے، حق شناسی وخدا خوفی سے
محبت، ادب اور اخلاص سے، مودّت اور اخوت کے پاکیزہ جذبات سے!

احکام ومسائل

● تمہید: قربانی جدُّ الانبیاء اور مجدّ دالانبیاء سیدنا ابراہیم خلیل اللہ اور سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہم السلام اور سید الاوّلین، قائد المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی مقدس یادگار اور ابدی سنت ہے..... حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایام قربانی میں اللہ تعالیٰ کو اپنے نام پر بہائے ہوئے خون قربانی سے زیادہ کوئی چیز اور عمل پسند نہیں۔ ذبح کے وقت خون کا ہر قطرہ زمین تک پہنچنے سے پہلے ہی خدا کے ہاں مقبول ہوجاتا ہے۔ نیز فرمایا: ذبیحہ کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ان میں سے ہر ہر بال کے بدل میں ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاءُ هَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾
''اللہ کو نہیں پہنچتے ان کے گوشت اور نہ لہو۔ لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارے دلوں کا ادب (خلوص)۔'' (سورۃ حج ۳۷)

قربانی: بعض اسلام دشمن عناصر جن کو مخلوق خدا کی فلاح کا بہت زیادہ ''درد'' اٹھتا ہے وہ اس نظریاتی مملکت میں برسوں سے زہر پھیلا رہے ہیں اور خصوصیت کے ساتھ جدید تعلیم سے روشناس مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں کہ قربانی ''مولوی ازم'' کی ایجاد ہے، کتنا بڑا ظلم ہے کہ ہزاروں لاکھوں روپے کا خون بہادیا جائے، اس میں انسانیت کی کیا خدمت ہے؟ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تو صرف ''مکہ'' میں ہی فرض ہے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں قربانی نہیں دی۔ کوئی شخص بھی اس بات کا مجاز نہیں کہ دین متین میں ایک حرف کی بھی تبدیلی کرسکے۔

قربانی انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور ہر صاحب نصاب مسلمان پر واجب ہے۔ جو چودہ سو سال سے ادا کی جارہی ہے۔ خود حضور ﷺ نے اور ان کے بعد ان کے صحیح جانشین خلفائے راشدین نے اور صحابہ کرام ؓ نے اور امت کی مسلّمہ شخصیتوں نے ادا کی اور کروائی۔ یہ کہنا کتنا بڑا دجل ہے کہ ختم المرسلین ﷺ نے صرف مکہ میں قربانی کی۔ حالانکہ احادیثِ صحیحہ میں اس کا ثبوت موجود ہے کہ مدینہ میں بھی قربانی ہوئی اور لاکھوں مربع میل میں پھیلی ہوئی اسلامی سلطنت میں بسنے والے مسلمانوں نے اس سنت کو ادا کیا۔

حضور ﷺ نے مدینہ میں قربانی کی:

﴿عن ابن عمر ‘قال اقام رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بالمدینہ عَشَر سِنِیْنَ یُضَحِّیْ﴾

حضرت ابن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے دس برس مدینہ میں قیام فرمایا اور قربانی دی: (ترمذی ص۱۸۲، مسند احمد ج۷ص۵۷)

﴿عن ابن عباس قال کنّا مع رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فی سفر فحضر الا ضحی فاشتر کنا فی البقرۃ سبعۃ وفی البعیر عشرۃ﴾ (ترمذی ص۱۸۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سفر میں تھے کہ سفر میں ہی قربانی کا دن آ گیا تو ہم قربانی کی گائے کے سات حصوں اور اونٹ کے دس حصوں میں شریک ہوئے۔

جمہور علماء کے نزدیک اونٹ میں دس حصوں والا حکم منسوخ ہوگیا اور سات حصوں والا حکم جاری ہوا۔ اسے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ذکر کیا ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ۔ص ۱۲۸)

ان ہر دو روایات کی روشنی میں یہ بات قطعیت کے ساتھ واضح ہوگئی کہ حضور ﷺ نے سفر میں بھی قربانی کی اور مدینہ میں بھی، اس کے بعد اس قسم کی لغو اور بے بنیاد باتوں کی کوئی گنجائش نہیں رہتی اور یہ حدیث ان کے قول کے بطلان کے لیے دلیل کا ایک طمانچہ ہے۔ اہل اسلام سے التماس ہے کہ وہ اس قسم کی لغویات پر دھیان نہ دیں اور دین متین کی حفاظت کرتے ہوئے اور محبت رسول ﷺ سے سرشار ہو کر اس سنت کو خوب ذوق وشوق سے ادا کریں تا کہ روزِ محشر بارگاہِ رب العزت میں نجات کا سبب اور اللہ کے محبوب ﷺ کی شفاعت کے مستحق بنیں۔ خداوندِ قدوس ہم سب کو سختی سے اسلام کے اصولوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین، ثمّ اٰمین

<u>مختصر مسائل قربانی:</u>

● ہر آزاد عاقل بالغ مسلمان جو ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا رکھتا ہو، یا ان دونوں سے جتنی مالیت کی جائیداد یا مال تجارت کا مالک ہو، اس پر عیدالاضحیٰ یعنی ذوالحجہ کی دس تاریخ کو صبح صادق طلوع ہونے سے لے کر بارہویں ذوالحجہ کی شام تک چند مخصوص حلال جانوروں میں سے کسی ایک قسم کے جانور کو حکمِ الٰہی اور سنت نبی ﷺ کی پیروی میں ذبح کرنا واجب ہے، جسے شرعی زبان میں اُضْحِیَہ اور ہماری بول چال میں قربانی کہتے ہیں۔

● قربانی کے لیے مذکورہ بالا مالیت پر زکوۃ کی طرح سال کا پورا ہونا شرط نہیں۔

● جن لوگوں پر صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے، انہی پر قربانی واجب ہے اور جیسے صدقۃ الفطر اپنی ذات پر واجب ہوتا ہے، اہل وعیال کی طرف سے از خود دینا نفلی عبادت ہے، ایسے ہی قربانی بھی صرف اپنی ذات پر واجب ہے۔ البتہ دوسرے کی طرف سے ثواب کے طور پر یا وکیل بن کر قربانی کرنا درست ہے۔

● کسی کے پاس بالکل مال نہ تھا، لیکن اچانک کسی طرح دسویں کی صبح کو یا بارہویں کو غروب آفتاب سے پہلے مذکورہ بالا مالیت حاصل ہوگئی تو اس پر قربانی واجب ہے۔

● ایسے شخص نے کسی کی غیر موجودگی میں اس کی طرف سے اجازت کے بغیر قربانی دے دی وہ ادا نہ ہوئی، بلکہ غائب پر بدستور واجب رہے گی۔

● صاحب مال آدمی اگر مقروض ہے تو ادائے قرض کے بعد مذکورہ بالا مالیت باقی بچے تو قربانی واجب ہے، ورنہ نہیں۔

● اگر کسی شخص پر قربانی واجب نہ تھی اور اس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا اور ایسے ہی کسی نے کوئی منّت مانی کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو میں قربانی دوں گا اور اتفاقاً وہ کام بھی ہوگیا، تو اس پر قربانی واجب ہوگئی لیکن منت والی قربانی کا گوشت خواہ وہ امیر کی طرف سے ہو یا غریب کی طرف سے نہ خود کھانا جائز ہے اور نہ ہی صاحب حیثیت افراد کو کھلانا، کیونکہ منت بھی ایک صدقہ ہے اور صدقہ مساکین اور فقراء کا حق ہوتا ہے، اگر بھول کر کھالیا یا کھلا دیا' تو اتنی ہی مقدار میں مزید گوشت خیرات کرنا واجب ہوگا۔

● مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ البتہ سفر میں کسی جگہ پندرہ دن تک ٹھہرنا ہوگیا تو قربانی واجب ہوگی۔

● دیہات میں رہنے والوں کے لیے نماز عید سے پہلے قربانی جائز ہے۔

● شہر اور قصبوں میں رہنے والوں کے لیے نماز عید ادا کرنے سے پہلے قربانی جائز نہیں۔

● اگر کسی شخص نے قربانی میں اتنی تاخیر کردی کہ بارہویں تاریخ کو غروب آفتاب تک بھی قربانی نہ کرسکا، اگر جانور خرید چکا تھا، تو وہی جانور خیرات کردے، اگر جانور نہیں خریدا تھا، تو ایک بھیڑ یا بکری کی قیمت خیرات کردے۔

● اگر کسی نے قربانی کا جانور پالنے کے لیے کسی کو دے دیا تو پالنے والا اس کا مالک نہیں ہوسکتا، نہ ہی اسے بیچ سکتا ہے۔ بیچنا ہو تو اصل مالک کی اجازت حاصل کرنا ہوگی۔

● قربانی کے جانور:

بکرا، بکری، مینڈھا، بھیڑ، دنبہ، دنبی، بیل، گائے، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی' ان چھ حلال جانوروں میں سے ایک قسم کا جانور ہونا ضروری ہے، ان کے علاوہ کسی اور جانور کی قربانی جائز نہیں۔

قربانی کے جانور کی عمر:

اس ترتیب کے مطابق ہونی چاہیے۔ بکرا، بکری' ایک سال، گائے، بیل، بھینس، بھینسا' دو سال، اونٹ، اونٹنی

پانچ سال کا ہونا ضروری ہے البتہ بھیڑ، مینڈھا، دنبہ، دنبی اگر اتفاقاً تندرست اور موٹے تازے ہوں کہ ایک سال کی عمر والے ہم جنسوں میں چھوڑ دینے سے دونوں میں کوئی فرق معلوم نہ ہو، تو ایسے چھ مہینے کے دنبے، دنبی، مینڈھا ، بھیڑ کی قربانی جائز ہوگی بصورت دیگر ان کے لیے ایک سال کا ہونا ضروری ہے۔

قربانی کے جانور کی کیفیت:

قربانی کا جانور خوب صحت مند موٹا تازہ، بے عیب ہونا چاہیے۔ اگر کچھ دبلا پتلا ہو تو جائز ہے لیکن ایسا مریل جانور جس کو سہارا دیکر چلایا جائے، قربانی کے لیے جائز نہیں۔

قربانی کا جانوران عیوب سے پاک ہونا چاہیے:

ٹوٹے ہوئے سینگ نہ ہوں۔ ایک کان کا تہائی سے زائد حصہ کٹا ہوا نہ ہو۔ اندھا نہ ہو، یا اس کی ایک آنکھ کی تہائی یا تہائی سے زائد روشنی ضائع نہ ہو۔ جس کا ابتدا سے کوئی دانت نہ ہو۔ جس کی تہائی یا تہائی سے زائد دُم کٹی ہوئی نہ ہو۔ مرض یا چوٹ وغیرہ کے سبب لنگڑا نہ ہو کہ صرف تین پاؤں پر چل سکے اور چوتھا پاؤں زمین پر نہ رکھ سکے اور گھسیٹتا رہے۔ مادہ حاملہ نہ ہو۔

قربانی کے جانور میں حصہ:

● بکرا، بکری، بھیڑ، مینڈھا، دنبہ، دنبی' ان میں حصہ داری نہیں ہوسکتی، گائے بیل بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی میں سات افراد حصہ دار بن سکتے ہیں، سات سے زائد کی قربانی جائز نہ ہوگی۔

● جس جانور میں سات افراد شریک ہوں' سب کو برابر تول کر گوشت تقسیم کرنا چاہیے کمی بیشی سے تقسیم جائز نہیں۔

● قربانی کے جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل سنت اور مستحب ہے' خود نہ کرسکتا ہو تو پاس کھڑا ہونا بہتر ہے، قربانی کے لیے افضل دن دسویں کا ہے۔ باقی دو دنوں میں بھی درست ہے۔ قربانی کا صحیح وقت دن کا ہے' رات کو کرنا بہتر نہیں۔ کیونکہ بعض اوقات صحیح ذبح نہیں ہوسکتا، ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھیں۔

● ذبح کے وقت دعا:

﴿اِنِّیۡ وَجَّھۡتُ وَجۡھِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِیۡفاً وَّ مَااَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡن Oاِنَّ صَلٰوتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ Oلَاشَرِیۡکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرۡتُ وَاَنَااَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ Oاَللّٰھُمَّ مِنۡکَ وَلَکَ بِسۡمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ' کہہ کر جانور کو ذبح کرے اور مکمل دعا یاد نہ ہو تو صرف اتنا کہنا ہی کافی ہے۔ اَللّٰھُمَّ مِنۡکَ وَلَکَ بِسۡمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکۡبَر ۔ بغیر تکبیر کہے ذبح کرنا جائز نہیں۔ جب ذبح کر چکے تو پھر یہ دعا پڑھے: اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلۡہُ مِنِّیۡ ''اے اللہ! یہ قربانی میری طرف سے پسند اور منظور کر لیجیے۔'' اگر اپنے سوا کسی اور کی طرف سے بغرض ثواب یا بطور ادائے فرض دینا ہو تو ''مِنِّیۡ'' کی جگہ ''مِنۡ'' کے بعد اس شخص کا نام لے' جس کی طرف سے دے رہا ہے۔ پھر آگے یہ الفاظ کہے: کَمَا تَقَبَّلۡتَ مِنۡ حَبِیۡبِکَ مُحَمَّدٍ وَّ خَلِیۡلِکَ اِبۡرَاھِیۡمَ عَلَیۡھِمُ

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام ۔

''جیسے کہ آپ نے اپنے پیارے حضرت محمد ﷺ اور اپنے خاص دوست حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قربانی پسند فرمائی۔''

قربانی کی کھال یا اس کی قیمت کا مصرف:

قربانی کے جانور کی کھال قصاب وغیرہ کو مزدوری میں دینا جائز نہیں۔ کھال یا اس کی قیمت مستحقین میں خیرات کردیں۔ دینی مدارس کے مسافر طلباء بھی اس کے مستحق ہیں۔ عصر حاضر میں طاغوتی اور سامراجی قوتوں کے دینی مدارس کے خلاف عزائم ومنصوبوں کو ناکام بنانے اور مدارس کے مالی استحصال کا مقابلہ کرنے کے لیے مدارس ہی ان کا بہترین مصرف ہیں۔

گوشت کی تقسیم:

گوشت کے مختلف حصے کر کے بہتر تو یہ ہے کہ تول کر تقسیم کرے۔ غرباء، مساکین، یتامیٰ، مسافر اور اپنے عزیز واقارب واحباب سب کو دے۔ کھال، رسی، زنجیر، گھنگرو، جھانجر، دوپٹہ یا گوشت بطور مزدوری دینا جائز نہیں۔ مزدوری نقد طے کرنا چاہیے۔ یہ تمام چیزیں یا ان کی قیمت صدقہ کر دے۔

نمازِ عید کے متعلق کچھ باتیں:

شب عید کو نوافل ادا کرنا، توبہ استغفار کرنا، عید کے لیے اوّل وقت میں نہانا، اپنی حیثیت کے مطابق اچھے کپڑے پہننا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا سنت ہے۔ نماز کے لیے ایک راستہ سے جانا اور راستہ بدل کر آنا سنت ہے، راستہ میں ان تکبیرات کا مناسب آواز میں پڑھنا سنت ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ قربانی کرنے والے کے لیے بہتر ہے کہ نماز عید سے پہلے کچھ نہ کھائے۔

نمازِ عید:

پہلی رکعت: تکبیر تحریمہ یعنی پہلی تکبیر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھ لیں، سبحانک اللّٰھم تمام پڑھیں، پھر تکبیریں کہیں پہلی اور دوسری تکبیر کہہ کر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیں، تیسری تکبیر پر ہاتھ باندھ لیں، پھر امام قرأت کرے گا، باقی حسب معمول پوری کریں۔

دوسری رکعت:

جب امام فاتحہ اور سورۃ پڑھ چکے تو امام کے ساتھ چار تکبیریں کہیں پہلے تین مرتبہ تکبیر کہہ کر ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دیں اور کھڑے رہیں چوتھی تکبیر کہنے پر رکوع میں جائیں۔ باقی ارکان حسبِ معمول پورے کریں اور سلام کے بعد دعا مانگ لیں۔

خطبہ عید:

جیسے جمعہ میں نماز سے پہلے خطبہ سننا واجب ہے۔اسی طرح عیدین میں نماز کے بعد خطبہ سننا بھی واجب ہے۔ خطبہ سنے بغیر عید گاہ سے جانا گناہ ہے۔عیدین کو جماعت کے ساتھ ہی ادا کرنا چاہیے۔ جماعت چھوٹ جانے کی صورت میں عید قضا نہیں ہوسکتی۔

تکبیر التشریق: ذوالحجہ کی نویں تاریخ کو نمازِ فجر کے بعد سے تیرہویں کی نمازِ عصر تک پانچ دنوں کے وقت کو ''ایام التشریق'' کہتے ہیں۔ان دنوں میں اکیلے یا با جماعت ہر فرض نماز کے بعد اونچی آواز کے ساتھ ایک بار ''تکبیر التشریق'' کہنا واجب ہے۔تکبیر یہ ہے: **الله اکبر ،الله اکبر ،لاالٰه الا الله والله اکبر ،الله اکبر ،ولله الحمد**

عشرہ ذی الحجہ کے فضائل اور یوم الحج کا روزہ:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے عشرہ ذوالحجہ سے بہتر کوئی زمانہ نہیں۔اس عشرہ میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اور ایک رات کی عبادت لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر ہے۔'' (ترمذی وابن ماجہ)

قرآن کریم میں سورۃ والفجر میں اللہ تعالیٰ نے دس خاص راتوں کی قسم کھا کر ان کی اہمیت ظاہر فرمائی ہے۔امت کے جمہور علماء کے نزدیک ان دس راتوں سے مراد ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں۔ذوالحجہ کی آٹھویں اور نویں تاریخ کی درمیانی رات عبادت میں مشغول رہنا اور نویں تاریخ میں یوم الحج یا یوم عرفہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔اس رات اور دن کی بڑی فضیلت ہے۔۹ ذی الحجہ کا روزہ رکھنے سے گزشتہ ایک سال اور آئندہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان عبادات اور فرائض واجبات کو ادا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔(آمین)

واللّٰہ الموفق وھو المستعان وعلیہ التکلان

Saleem&Company
Bahar Chowk, Masoom Shah Road, Multan.
SC
SINCE 1968
Manufacture of Quality
Furniture, Government
Contractors, Electronics
& General Order Suppliers
سلیم اینڈ کمپنی
0302-8630028
061 -4552446
فون نمبر:
بہار چوک معصوم شاہ روڈ ملتان
Email:saleemco1@gmail,com

مولانا منظور احمد آفاقی

آیات قرآنی کی صحیح تعداد

عوام میں مشہور ہے کہ قرآن حکیم کی آیتوں کی تعداد چھے ہزار، چھے سو، چھیاسٹھ ہے۔ چونکہ اس عدد (٦٦٦٦) کو یاد رکھنا انتہائی آسان ہے لہٰذا کسی نے تحقیق کی زحمت ہی نہیں اُٹھائی۔ بیشتر اہل قلم اپنی تحریروں میں چھے کے ہندسے کو چار بار لکھ کر اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہو جاتے ہیں، لیکن محققین صحیح تعداد کا کھوج لگاتے اور درست تعداد رقم کرتے ہیں۔

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر (۱) میں، علامہ سامی ابن محمد السلامہ نے تفسیر ابن کثیر کے مقدمہ (۲) میں، علامہ ابن جوزی نے اپنی کتاب ''فنون الافنان'' (۳) میں، علامہ سیوطی نے ''الاتقان'' (۴) میں اور علامہ عبدالعظیم زرقانی نے ''مناہل العرفان'' (۵) میں، قرآنی آیات کی تعداد اور اس میں واقع ہونے والے اختلاف کا ذکر کیا ہے۔ ان بزرگوں نے لکھا ہے کہ چھے ہزار دوسو کے عدد پر سب علماء وقراء کا اتفاق ہے۔ اختلاف صرف دوسو کے بعد کے عدد میں ہے (٦)۔ اس اختلافات کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تلاوت فرماتے تو آیات کے آخر پر ٹھہرتے تھے اور کبھی کسی آیت کے درمیان بھی سانس لینے کے لیے ٹھہر جاتے تھے۔ سننے والے (صحابہ کرام) گمان کرتے تھے کہ یہاں پر یہ آیت ختم ہو گئی ہے۔ بعض اوقات مفہوم اور معنی کی مناسبت سے ایک آیت کو دوسری آیت سے ملا کر پڑھ لیتے تھے۔ جس پر سامعین یہ سمجھتے کہ شاید یہ ایک ہی آیت ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر آیات کی تعداد اور شمار میں اختلاف واقع ہوا تھا، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

آیات کی گنتی پانچ شہروں، مکہ، مدینہ، کوفہ، مصر اور شام کے قراء حضرات کی طرف منسوب ہے۔

(۱) عدد مکی۔ یہ گنتی دو تابعین، مجاہد بن جبر اور ان کے شاگرد عبداللہ بن کثیر کی طرف منسوب ہے۔ یہ حضرات اپنے وقت میں قراءت اور تفسیر دونوں میں اہل مکہ کے امام تھے۔

(۲) عدد مدنی۔ یہ تعداد ابوجعفر یزید بن قعقاع اور ان کے داماد شیبہ بن نصاح کی طرف منسوب ہے۔ یہ دونوں اپنے زمانے میں اہل مدینہ کے امام تھے۔

(۳) عدد کوفی۔ یہ شمار حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے شاگرد ابوعبدالرحمان سلمی کی طرف منسوب ہے۔

(۴) عدد بصری۔ یہ گنتی عاصم بن میمون جحدری تابعی کی طرف منسوب ہے یہ بزرگ ان چھے ماہرین قرآن میں شامل تھے جنھیں حجاج بن یوسف نے قرآن کے حروف کی تعداد معلوم کرنے کے لیے مقرر کیا تھا۔

(۵) عدد شامی۔ یہ عدد عبداللہ بن عامر کی طرف منسوب ہے۔ موصوف حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد اور اپنے دور میں اہل شام کے امام تھے۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک قرآنی آیات کی تعداد، (ایک روایت کے مطابق)۔ ٦٢٢٩

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود اور نافع رضی اللہ عنہما کے نزدیک۔ ۶۲۱۷

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک (ایک روایت کے مطابق)۔ ۶۲۱۵

(۴) عطاء خراسانی کے نزدیک۔ ۶۲۱۶ (۵) عطاء بن یسار کے نزدیک۔ ۶۲۰۶

(۶) عدد مکی (مجاہد اور عبداللہ بن کثیر کے نزدیک)۔ ۶۲۲۰ (۷) عدد مدنی (شیبہ کے نزدیک)۔ ۶۲۱۴

(۸) عدد مدنی (ابوجعفر کے نزدیک)۔ ۶۲۱۰ (۹) عدد کوفی (مشہور قاری حمزہ زیات کے نزدیک) ۶۲۳۶

(۱۰) عدد بصری (جحدری کی ایک روایت کے مطابق) ۶۲۰۵

(۱۱) عدد بصری (جحدری کی ایک دوسری روایت کے مطابق ۶۲۰۴

(۱۲) عدد بصری (قتادہ کی روایت کے مطابق) ۶۲۱۹

(۱۳) عدد شامی (یحییٰ بن حارث ذماری کے نزدیک) ۶۲۲۶

(۱۴) شام کے شہر حمص والوں کے نزدیک۔ ۶۲۳۲

ممکن ہے کہ کچھ قراء کے اقوال درج نہ ہوئے ہوں بہرکیف مجھے جو کچھ مل سکا ہے وہ میں نے لکھ دیا ہے آیات کے اس اختلاف کے بارے میں ''اردو دائرہ معارف اسلامیہ'' میں شامل مقالہ ''قرآن'' کا فاضل مصنف لکھتا ہے:

''آیات کی تعداد میں اختلاف ہے اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ کچھ آیات کے اختتام پر فصل کرتے اور بعض دفعہ وصل فرماتے تھے چوں کہ بعض لوگوں نے فصل کا اعتبار کیا ہے اور بعض نے وصل کا لہٰذا تعداد میں کمی بیشی ناگزیر تھی۔ (۷)

علامہ قرطبی نے ان اقوال کو ذکر کر کے عدد کوفی کے بارے میں لکھا ہے کہ قاری کسائی نے یہ تعداد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کی ہے۔ گویا علامہ موصوف نے اس تعداد (۶۲۳۶) کو ترجیح دی ہے۔ مولوی ظفر اقبال (ایم، اے) رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مصری نسخۂ قرآن (طبع ۱۳۴۲ھ) کو سامنے رکھ کر جو نسخۂ قرآن مرتب کیا تھا اس کے دیباچے میں مصری نسخے کا تعارف (حکومت مصر کی زبانی) درج کیا ہے۔ اس کے اختتام پر لکھتے ہیں۔

''وَاتبعت فی عد آیاته طریقة الکوفیین و آی القرآن علی طریقتهم ۶۲۳۶''

(اس مصحف میں) آیات کی تعداد کے سلسلے میں کوفی قاریوں کے طریقے کی پیروی کی گئی ہے۔ ان کے طریقے کی رو سے قرآن کی آیتوں کی تعداد: ۶۲۳۶ ہے۔

حال ہی میں (رمضان ۱۴۳۶ / جون ۲۰۱۵) طارق اکیڈمی، فیصل آباد نے ''مطالب الفرقان فی ترجمۃ القرآن'' شائع کیا ہے۔ قرآن حکیم کا یہ ترجمہ برصغیر کے ۱۷ جید علمائے کرام نے کیا تھا اور ۱۹۳۵ میں طبع ہو کر علمی دنیا میں آیا تھا، پھر عرصہ دراز تک نایاب رہا۔ راقم الحروف کو بھی اس کی تلاش تھی۔ لاہور کے علمی مراکز میں دو مقامات پر اس کا کچھ اتا پتا ملا۔ ایک نسخہ ''ادبستان'' کے مالک عبدالمتین ملک کے پاس تھا اور دوسرا نسخہ پنجاب پبلک لائبریری کے تحت قائم ''قرآن محل'' میں پایا گیا۔ ان مقامات پر میں نے ان کی فقط زیارت کی تھی، حصول ممکن نہیں تھا۔ پھر

جب فیصل آباد میں اس کے دوبارہ شائع ہونے کی اطلاع ملی تو میں نے اسے فوراً حاصل کرلیا۔ اس مصحف کے آخر میں قرآنی معلومات پر مشتمل ایک ضمیمہ لاحق کیا گیا ہے۔ جس میں قرآن حکیم کی آیات کی تعداد ۶۲۳۶ لکھی گئی ہے۔

رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ جنوری ۱۹۹۸ء میں راقم الحروف نے اپنے محلے کی مسجد میں اعتکاف کیا تھا۔ میرے ساتھ میرے ایک عزیز شعیب احمد بھی شریک اعتکاف تھے۔ ایک دن میں نے انھیں دعوت دی کہ آؤ قرآن حکیم کی آیات شمار کریں۔ موصوف نے ایک کیلکولیٹر منگوالیا۔ میں انہیں سورتوں کی آیات کی تعداد بتا تا گیا اور وہ انہیں اس مشین کے حوالے کرتے گئے ایک سو چودہ سورتوں کی آیتوں کی تعداد اس آلے نے یہ بتائی ''6236۔ اس آیت شماری کے لیے میں نے تاج کمپنی (کراچی) کا مطبوعہ نسخہ سامنے رکھا تھا۔ اس کے بعد میں نے مصر، حجاز مقدس اور ایران کے طبع شدہ مصاحف سامنے رکھے اور ان کی آیات کا جائزہ لیا۔ ہر مصحف کی آیتوں کی تعداد یہی ۶۲۳۶ بنتی رہی اور اس میں کوئی ذرا سا بھی اختلاف نہ ملا۔ لہٰذا آج علیٰ وجہ البصیرت کہا جاسکتا ہے کہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مصاحف میں آیات کی تعداد یکساں ہے اور اختلاف کا نام ونشان تک باقی نہیں رہا۔ اگلے صفحات میں میں ایک سو چودہ سورتوں اور ان میں موجود آیتوں کی تعداد کا ایک مفصل گوشوارہ درج کر رہا ہوں۔ اس کا جائزہ لیجئے اور ایک بار ان آیتوں کو آپ خود بھی شمار کر لیجئے۔ اگر میزان ۶۲۳۶ آئے تو فبہا، ورنہ کمی بیشی کی صورت میں راقم الحروف سے رابطہ قائم کیجئے۔

گوشوارہ سُوَر وَآیاتِ قرآنی

نمبر سورت	نام سورت	آیات	نمبر سورت	نام سورت	آیات
۱	الفاتحہ	۷	۲۳	المؤمنون	۱۱۸
۲	البقرہ	۲۸۶	۲۴	النور	۶۴
۳	آل عمران	۲۰۰	۲۵	الفرقان	۷۷
۴	النساء	۱۷۶	۲۶	الشعراء	۲۲۷
۵	المائدہ	۱۲۰	۲۷	النمل	۹۳
۶	الانعام	۱۶۵	۲۸	القصص	۸۸
۷	الاعراف	۲۰۶	۲۹	العنکبوت	۶۹
۸	الانفال	۷۵	۳۰	الروم	۶۰
۹	التوبہ	۱۲۹	۳۱	لقمان	۳۴
۱۰	یونس	۱۰۹	۳۲	السجدۃ	۳۰
۱۱	ہود	۱۲۳	۳۳	الاحزاب	۷۳
۱۲	یوسف	۱۱۱	۳۴	سباء	۵۴

۱۳	الرعد	۴۳	۳۵	فاطر	۴۵
۱۴	ابراہیم	۵۲	۳۶	یٰسین	۸۳
۱۵	الحجر	۹۹	۳۷	الصافات	۱۸۲
۱۶	النحل	۱۲۸	۳۸	ص	۸۸
۱۷	بنی اسرائیل	۱۱۱	۳۹	الزمر	۷۵
۱۸	الکہف	۱۱۰	۴۰	المؤمن	۸۵
۱۹	مریم	۹۸	۴۱	حم السجدۃ	۵۴
۲۰	طٰہٰ	۱۳۵	۴۲	الشوریٰ	۵۳
۲۱	الانبیاء	۱۱۲	۴۳	الزخرف	۸۹
۲۲	الحج	۷۸	۴۴	الدخان	۵۹
۴۵	الجاثیہ	۳۷	۶۹	الحاقہ	۵۲
۴۶	الاحقاف	۳۵	۷۰	المعارج	۴۴
۴۷	محمد	۳۸	۷۱	نوح	۲۸
۴۸	الفتح	۲۹	۷۲	الجن	۲۸
۴۹	الحجرات	۱۸	۷۳	المزمل	۲۰
۵۰	ق	۴۵	۷۴	المدثر	۵۶
۵۱	الذاریات	۶۰	۷۵	القیامہ	۴۰
۵۲	الطّور	۴۹	۷۶	الدہر	۳۱
۵۳	النجم	۶۲	۷۷	المرسلات	۵۰
۵۴	القمر	۵۵	۷۸	النباء	۴۰
۵۵	الرحمٰن	۷۸	۷۹	النازعات	۴۶
۵۶	الواقعہ	۹۶	۸۰	عبس	۴۲
۵۷	الحدید	۲۹	۸۱	التکویر	۲۹
۵۸	المجادلہ	۲۲	۸۲	الانفطار	۱۹
۵۹	الحشر	۲۴	۸۳	المطففین	۳۶
۶۰	الممتحنہ	۱۳	۸۴	الانشقاق	۲۵
۶۱	الصّف	۱۴	۸۵	البروج	۲۲

۶۲	الجمعہ	۱۱	۸۶	الطارق	۱۷
۶۳	المنافقون	۱۱	۸۷	الاعلیٰ	۱۹
۶۴	التغابن	۱۸	۸۸	الغاشیہ	۲۶
۶۵	الطلاق	۱۲	۸۹	الفجر	۳۰
۶۶	التحریم	۱۲	۹۰	البلد	۳۰
۶۷	الملک	۳۰	۹۱	الشمس	۱۵
۶۸	القلم	۵۲	۹۲	اللیل	۲۱
۹۳	الضحیٰ	۱۱	۱۰۴	الھمزہ	۹
۹۴	الم نشرح	۸	۱۰۵	الفیل	۵
۹۵	التین	۸	۱۰۶	القریش	۴
۹۶	العلق	۱۹	۱۰۷	الماعون	۷
۹۷	القدر	۵	۱۰۸	الکوثر	۳
۹۸	البینہ	۸	۱۰۹	الکافرون	۶
۹۹	الزلزال	۸	۱۱۰	النصر	۳
۱۰۰	العادیات	۱۱	۱۱۱	اللھب	۵
۱۰۱	القارعہ	۱۱	۱۱۲	الاخلاص	۴
۱۰۲	التکاثر	۸	۱۱۳	الفلق	۵
۱۰۳	العصر	۳	۱۱۴	الناس	۶

میزان آیات=۶۲۳۶

گزشتہ صفحات میں آپ نے آیات کا جو اختلاف ملاحظہ کیا ہے اس کا تعلق انتہائی اولین زمانے سے ہے یعنی صحابہ کرام اور تابعین کے دور میں آیات کو اسی طرح شمار کیا گیا تھا۔ کسی قاری نے ایک لمبی آیت کو (قراءت نبوی کی روشنی میں) دو یا تین آیتیں شمار کیا اور کسی دوسرے قاری نے اسے ایک ہی آیت رہنے دیا پھر بعد کے زمانے میں جب یہ قرآنی الفاظ پر نقطے اور اعراب لگائے گئے تو آیات کے نشان بھی ثبت کر دیے گئے۔ اس طرز عمل سے آیات کا اختلاف ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا اور تمام مصاحف میں آیات کی تعداد یکساں ہوگئی، لہٰذا بانگِ دُہل کہا جاسکتا ہے کہ مصاحف میں آیات کی تعداد گزشتہ چودہ سو سال سے ایک جیسی درج ہوتی چلی آرہی ہے اور اس میں کوئی اختلاف رونما نہیں ہوا۔ شیعہ مکتب فکر کی بعض کتابوں میں اس مضمون کی روایتیں ملتی ہیں کہ قرآن حکیم کی آیتوں کی تعداد سترہ ہزار یا اٹھارہ ہزار ہے۔ اس قسم کی روایتیں موضوع انتہائی ضعیف اور نا قابل استدلال ہوتی ہیں۔ شیعہ علماء ان کی طرف

التفات نہیں کرتے بلکہ انھیں رد کرتے ہیں۔ شیعہ مطالعہ میں چھپے ہوئے قرآنی نسخوں میں ایک سو چودہ سورتیں ہوتی ہیں اور آیتوں کی تعداد بھی اتنی ہی ہوتی ہے جتنی اہل السنّت والجماعت کے مصاحف میں پائی جاتی ہے۔ اس وقت میرے سامنے ایک ایرانی مصحف ہے جو ۱۴۰۹ھ میں طبع ہوا تھا۔ اس کا موازنہ مصری، حجازی اور پاکستانی مصاحف سے کیا گیا تو سب میں آیات کی تعداد ۶۲۳۶ پائی گئی۔ ان شواہد کو دیکھتے ہوئے یقین کامل سے کہا جا سکتا ہے کہ قرآنی نسخے (خواہ کسی ملک کے بھی ہوں) اختلاف آیات سے پاک ہیں اور ان سب میں آیات کی تعداد یکساں ہے۔

تاہم علامہ شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ اور پروفیسر عبدالصمد صارم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتب میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے آیات کی تعداد ۶۶۶۶ لکھی ہے۔ کاش یہ بزرگ اس گنتی کا حوالہ بھی درج کرتے جس روایت (یا روایتوں) میں اس کا ذکر ہے اس کی سند بھی نقل کرتے تا کہ میزان جرح وتعدیل سے ان کی صحت اور سقم کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ان بزرگوں کی کتابوں میں یہ دونوں چیزیں مفقود ہیں۔ اگر کوئی صاحب علم ان کا کھوج لگا سکیں تو یہ علوم قرآن کی ایک عظیم خدمت ہوگی۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

حواشی

(۱) تفسیر قرطبی، مقدمہ، ج اوّل، ص ۴۷، طبع بیروت، ۱۹۸۸ء
(۲) تفسیر ابن کثیر، مقدمہ از قلم علامہ سامی بن محمد السلامہ، ج اوّل، ص ۹۸، طبع دار طیبہ۔
(۳) فنون الافنان، ص ۲۴۱ تا ۲۴۴، طبع بیروت، ۱۹۹۷ء
(۴) الاتقان (اردو ترجمہ) ج اوّل، ص ۱۶۵ تا ۱۶۷، طبع کراچی،
(۵، ۶) مناہل العرفان، ج اوّل، ص ۳۴۳، ۳۴۴، طبع بیروت، ۱۹۸۸ء
(۷) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب ج ۱۶/۱، ص ۳۲۸۔

☆......☆......☆

اشاعتِ خاص

قائد احرار ابن امیر شریعت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ماہنامہ نقیب ختمِ نبوت کا خاص نمبر تیاری کے مراحل میں ہے۔ کارکنان احرار، محبین ومتوسلین اور دیگر احباب سے گزارش ہے کہ جلد از جلد اپنے مضامین، یادداشتیں، خطوط، آٹو گراف وغیرہ ارسال فرمائیں تا کہ اشاعت جلد ہو سکے۔ (ادارہ)

ادارہ

سلام کے مسنون ومکمل کلمات!

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

(۱) ''السلام علیکم'' کی بجائے ''سلام'' اور وعلیکم السلام'' کی بجائے ''والسلام'' کہنا کیسا ہے؟

(۲) ملاقات اور گفتگو کے آخر میں ''خدا حافظ'' کہنا از روئے شرع ثابت ہے؟ اگر نہیں تو گفتگو اور ملاقات کے اختتام پر کیا کہنا مسنون ہے؟ (مستفتی: عبداللہ)

الجواب باسمہٖ تعالیٰ

(۱) واضح رہے کہ شریعت مطہرہ میں سلام کے مخصوص الفاظ ہیں، جن میں سب سے مختصر مسنون سلام ''السلام علیکم'' یا ''سلام علیکم'' ہے۔

اور اس میں سب سے زیادہ کامل واکمل سلام ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ'' ہے۔

اور صرف ''سلام'' یا ''تسلیم'' سے سلام شمار تو ہوگا، لیکن وہ مسنون سلام نہیں ہوگا۔

اسی طرح سلام کے جواب میں مماثلت یا سلام کے الفاظ سے زیادہ میں جواب دینا چاہیے، ''والسلام'' سلام کے مختصر الفاظ سے بھی کم الفاظ پر مشتمل ہے، الہٰذا بہتر یہی ہے کہ کم از کم جواب میں ''وعلیکم السلام'' کہا جائے، اگرچہ جواب صرف ''والسلام'' کہنے سے مکمل ہو جائے گا، لیکن سنتِ جواب سے محروم رہے گا۔

(۲) ملاقات اور گفتگو کے آخر میں ''خدا حافظ'' کہنا جائز ہے، بشرطیکہ اس کو سلام وداع یعنی رخصتی کے سلام کے قائم مقام نہ سمجھا جائے، کیونکہ اس کے معنی میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

البتہ رخصتی کے وقت سلام وداع سے پہلے مسنون ہے کہ ''استودع اللہ دینک، وامانتک، وآخر عملک، یا ''استودع اللہ دینک، وامانتک، وخواتیم عملک'' کہا جائے۔ فتاویٰ شامی میں ہے۔

''ثم رایت فی الظھیریۃ ولفظ السلام فی المواضع کلھا: السلام علیکم او سلام علیکم بالتنوین، وبدون ھذین کما یقول الجھال لایکون سلاما''

(فتاویٰ شامی، فصل فی البیع، ص۴۱۶، ج۶، ط: سعید)

عمدۃ القاری میں ہے:

''واقل السلام: السلام علیکم، فان کان واحدا خاطب والا فضل الجمع لتناولہٖ ملائکتہ، واکمل منہ زیادۃ، ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اقتداء بقولہٖ عزوجل: رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت. (ھود: ۱۱)''. (عمدۃ القاری باب بدء السلام، کتاب الا ستیذان، ص: ۳۵۸، ج: ۲۲،

ط: دار الکتب العلمیه)

وفیه ایضا:

"والأ فضل الأكمل فی الردأن يقول؛ وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته." (عمدة القاری باب بدء السلام، کتاب الا ستیذان، ص ۳۵۹،۳۵۸، ج: ۲۲،ط: دار الکتب العلمیه)

وفیه ایضا:

"معنى الاية اذاسلم عليكم المسلم فردوا عليه افضل مما سلم أور دوا عليه بمثل ما سلم به، فالز يادة مندوبة والماثلة مفروضة." (عمدة القاری، باب اسلام من سماء الله تعالیٰ، کتاب الاستیذان، ص: ۳۶۴، ج: ۲۲،ط دار الکتب العلمیه)

فتاویٰ رحیمیہ میں ہے:

"(دوم) (الفاظِ سلام) (مسنون) "سلام" یا "السلام" کالفظ "علیک" یا "علیکم" کے ساتھ کہے۔ (جائز) صرف سلام یا تسلیم، اس لیے کہ یہ الفاظ قرآن میں مذکور مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور، پس صرف سلام یا تسلیم پر اکتفاء کرنے والا ثواب سنت سے محروم رہے گا۔" (فتاویٰ رحیمیہ، مسائل شتیٰ، ص: ۴۸۲، ج: ۱۰، ط: دارالاشاعت)

جامع الترمذی میں ہے:

"عن ابن عمرؓ قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم ازا ودع رجلا اخذه بيده، فلا يدعها، حتى يكون الرجل هو يدع يد النبي صلى الله عليه وسلم ويقول: "استودع الله دينك، وامانتك واخر عملك"

(جامع الترمذی، باب ماجاء مایقول اذاودع انسانا، ابواب الدعوات، ص: ۱۸۲، ج: ۲، ط: قدیمی)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
ابوبکر سعید الرحمٰن	محمد انعام الحق	عبداللہ خدابخش
الجواب صحیح		تخصصِ فقہِ اسلامی
محمد شفیق عارف		جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

(ماہنامہ بینات، ذوالقعدہ 1442، جولائی 2021)

حافظ اسامہ عزیز (ساہیوال)

وقف املاک ایکٹ بل اور اس کا پس منظر

1857ء کی جنگ آزادی سے قبل تقریباً ڈیڑھ صدی تک ہندوستان کا نظام تعلیم درس نظامی تھا۔ اس نصاب میں قرآن وحدیث، فقہ وشریعت اور فارسی وعربی زبان کے وہ تمام مضامین شامل تھے جو آج دینی مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ حساب، ہندسہ، ہیئت، طب، تاریخ، جغرافیہ، وضع آلات، فلکیات، فلسفہ، منطق اور دیگر علوم بھی شامل نصاب تھے، جو آج انجینئرنگ، ریاضی، میڈیکل سائنس اور دیگر عنوانات کے ساتھ عصری علوم کہلاتے ہیں۔

لیکن 1857ء میں معرکہ حریت پیش آنے کے بعد برطانوی سامراج برصغیر کے اقتدار پر قابض ہوگیا۔ جس کے اثرات اس خطہ کے تمام شعبہ ہائے زندگی میں اس طرح سرایت کر کے ایسے زوال کا شکار ہوئے کہ اس خلا کا پر ہونا ابھی تک شرمندۂ تعبیر ٹھہرا۔ برطانوی سامراج اپنی طاقت کے تمام تر ہتھکنڈے اختیار کر کے بھی آزادی کی اس چنگاری کو نہ بجھا سکا جو مسلمانوں کے سینے میں آگ کی مانند دہک رہی تھی۔ بالآخر بڑی تگ ودو کے بعد اس نتیجہ پر آپہنچے کہ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں ایمان جزو لاینفک کی حیثیت رکھتا ہے تب تک سرمایہ اور طاقت کا استعمال سودمند نہ ہوگا۔ لہذا اس جذبے کو کمزور کرنے کے بارے سوچ و بچار کا سلسلہ شروع ہوا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کا نظام تعلیم وہ چنگاری ہے جو اگلی نسلوں کے دلوں میں بھی اپنے شعلے منتقل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ لہذا ہمیں مسلمانوں کے مروجہ نظام تعلیم کو زمین بوس کر کے ایسا سسٹم متعارف کروانا چاہیے جو برصغیر کے باشندوں کو انگریز سرکار کا ماتحت بنا دے۔ چنانچہ برطانوی سامراج طاقت کے زور پر ہندوستان کے اقتدار پر قبضہ کرنے کے بعد یہاں کے باسیوں کے دل ودماغ پر بھی اپنی دھاک بٹھانے میں کامیاب ہوگیا۔ جس کا منطقی نتیجہ وہی نکلا جس کو اکبر الہ آبادی نے سخن وری میں کہا

مغربی تعلیم سے دل ایشیاء کا ہے ملول کر دیا خلقت کو اس نے بدتمیز و بے اصول

نئے نظام و نصاب تعلیم سے فارغ شدگان روشن خیالی کے خوشنما نعرے کی بھینٹ چڑھنا شروع ہو چکے تھے۔ جس کا حاصل قرآن وحدیث، فقہ وشریعت سے بیزاری تھا۔ مسلمانوں کا درد رکھنے والے چند بندگان خدا اس خوش نما نعرے کے پس پردہ خوفناک نتائج کو بھانپ چکے تھے۔ انہوں نے مذکورہ نظام تعلیم کے مقابلے میں ایسا نظام تعلیم متعارف کروایا جس کے ذریعے آئندہ بنی نوع انسانی کو قرآن وحدیث، فقہ وشریعت سے بہرہ ور کیا جائے تاکہ مسلمان اسلام سے منحرف نہ ہوں۔ اس نظام ونصاب کو چلانے کے لیے اس وقت کے علماء نے نجی ادارے کھولنے کا فیصلہ کیا جو آزادانہ طور پر اپنا نظام تعلیم جاری رکھ سکیں۔ اور اس نظام تعلیم کا نصاب ترمیم شدہ درس نظامی مقرر ہوا جس میں صرف مذہبی کتب شامل تھیں۔ کیونکہ یہ نصاب اس وقت کی اہم ضرورت تھی۔ جب یہ اخلاص سے لگایا گیا بیج تن آور درخت کی صورت اختیار کر چکا تو معاشرتی وسماجی ضروریات کے پیش نظر شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ تحریک آزادی میں مالٹا کی اسارت کاٹنے کے بعد علی گڑھ تشریف لے گئے۔ جس کے نتیجے میں نہ صرف مسلم نیشنل یونیورسٹی

قائم ہوئی، بلکہ دیو بند اور علی گڑھ کے تعلیم یافتہ حضرات پر مشتمل قومی لیڈر شپ سامنے آئی، جس میں مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا شوکت علیؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، حکیم محمد اجمل خانؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا ابو الکلام آزادؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مفتی کفایت دہلویؒ جیسی عظیم شخصیات شامل ہیں۔ جنھوں نے مسلمانوں کے دلوں میں بجھے ہوئے چراغ روشن کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ انہی شخصیات کی جدوجہد نے سینکڑوں تحریکوں کو جنم دیا۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں سمیت دیگر اقوام میں یہ احساس اجاگر ہوا کہ برطانوی سامراج کے تسلط کو ختم ہونا چاہیے۔

قیام پاکستان کے بعد ملک کے اقتدار پر لادین طبقہ قابض ہو گیا اور دینی تعلیم، مساجد و مدارس کے نظام کو سرے سے نظر انداز کیا گیا۔ ایسی صورت حال کے پیش نظر علماء حق نے دینی تعلیم و تربیت کے لیے مدارس کے قیام کو عملی جامہ پہنایا اور وہی انداز اختیار کیا گیا جو 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد کیا گیا تھا۔ اقتدار کے نشے میں حکمران اور اشرافیہ نے اس حوالے سے کوئی کام نہ کیا۔ دینی طبقے نے گلی کوچوں کا رخ کیا، اپنوں اور غیروں کے طعنے برداشت کیے، لیکن ان کے ماتھے پہ شکن نہ آیا۔ آج 72 برس گزرنے کے بعد بھی کسی قسم کی حکومتی سرپرستی کے بغیر پاکستان میں ہزاروں مدارس موجود ہیں جن میں لاکھوں طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ یہ ادارے عوام الناس کے تعاون سے چلتے ہیں۔ حکومت اور اشرافیہ نے نہ صرف دینی تعلیم و تربیت کے حوالے سے ذمہ داری پوری نہیں کی بلکہ بیرونی پریشر کے پیش نظر وہ دینی مدارس کو ختم کرنے کے درپے ہے۔ موجودہ حالات میں FATF برطانوی سامراج کی حیثیت رکھتا ہے جو ان مدارس پر طرح طرح کی پابندیاں لگا کر اپنی ماتحتی میں لانے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔ اسی سلسلہ کی کڑی ''وقف املاک ایکٹ'' بل کی عجلت و خفیہ منظوری ہے۔ جس میں مدارسِ دینیہ کو اعتماد میں لیے بغیر ان پر یہ بل مسلط کر دیا گیا ہے اور جب ان مدارس دینیہ نے مذکورہ بل پر اپنے تحفظات سے آگاہ کیا تو طفل تسلیاں دے کر ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، جو مذکورہ بل میں ترامیم کرے۔ جس پر مفتی تقی عثمانی مدظلہ نے ترامیم کر کے بل حکومت کے سپرد کیا تو وہ بل سرکاری فائلوں کے بوجھ تلے کہیں پاتال میں گم ہو گیا۔

''وقف املاک ایکٹ بل'' کا مقصد مدارسِ دینیہ کی آزادی سلب کر کے ان کے گلے میں غلامی کا طوق ڈالنا ہے۔ اس حوالے سے عوام الناس کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ FATF کی مدارس کے حوالے سے شرائط اور وقف املاک ایکٹ کو یکسر مسترد کرتے ہوئے اپنا کردار ادا کریں اور اس حکومتی پالیسی کے خلاف آواز بلند کریں۔ ہم برسر اقتدار قوتوں کو بھی پیغام دینا چاہتے ہیں کہ ہم نے اور آپ نے یہیں اس ملک میں رہنا ہے، بیرونی دباؤ کو مسترد کرنے میں ہی ہماری کامیابی ہے۔ مغرب اور سامراج طبقہ ہم سے کبھی بھی خوش نہیں ہو سکتا۔ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ خدارا ایسی پالیسی مسلط نہ کی جائے جو ہمارے کلچر، روایت اور تہذیب و تمدن کو برباد کر دے۔ تمام مکاتب فکر کے نمائندہ علماء کرام پر مشتمل مشترکہ فورم ''ملی مجلس شرعی'' کی محدود محنت سے تحریک تحفظ مساجد و مدارس کا رخ بنتے بنتے تاخیر کا شکار ہو رہا ہے۔ ہم مولانا زاہد الراشدی، ڈاکٹر محمد امین، مولانا عبدالرؤف فاروقی، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، عبداللطیف خالد چیمہ، حافظ عبدالغفار روپڑی، قاری محمد زوار بہادر اور دیگر قد آور شخصیات سے دست بدستہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ''تحفظ مساجد و مدارس'' کے حوالے سے آگے بڑھیں اور بند باندھیں ورنہ پانی سر سے گزر جائے گا۔

نوراللہ فارانی

سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مرزا غالب

شاہ جیؒ کو بچپن ہی سے شعر و ادب سے گہرا تعلق و ربط تھا۔ آپ کو بچپن میں شادؔ عظیم آبادی جیسے منجھے ہوئے شاعر کی شعر و ادب سے معمور مجالس میں بیٹھنے اور استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ اس سے آپ کے ادبی ذوق کو جلا ملی۔ اور شعر و ادب سے ایک گونہ مناسبت پیدا ہوئی۔ شعر و ادب کے رموز و اوقاف سے شناسائی ہوئی۔ خود فرماتے تھے کہ:

''نانی مرحومہ سے اردو بول چال میں صحت پیدا کی۔ شادؔ عظیم آبادی کی ادبی شہرت کا آغاز تھا، وہ زبان و محاورہ کی سند و تحقیق کے لیے اکثر نانی اماں سے مشورہ کرتے اور مستفیض ہوتے تھے۔ ہم (شاہ جی) شاد کی صحبتوں میں رہ کر زبان و بیان میں اتارو ہو گئے اور ذہانت و ذکاوت کے فطری انعام نے طبیعت میں چار چاند لگا دیئے۔ (1)''

شورش کاشمیری لکھتے ہیں:

''وہ نانی اماں کی زبان دانی سے فیض پانے پر فخر کرتے اور شادؔ عظیم آبادی سے اپنی ہم صحبتی و ہم سخنی کے واقعات بڑے کر و فخر سے بیان کرتے جہاں تک اردو زبان سے آشنائی کا تعلق تھا وہ کسی بھی اہل زبان سے اپنے تئیں کم نہ سمجھتے تھے اپنی زبان کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ ع

مستند ہے میرا فرمایا ہوا

اور یہ غلط نہ تھا''۔ (2)

جس گھر سے وقت کا عظیم شاعر اردو محاورے کی اصلاح لیتا ہو۔ اس گھر کا مکین بچہ کیوں نہ شاعر و شعر شناس ہو۔

برصغیر پاک و ہند کے بڑے بڑے اساتذہ سخن آپ کی مجلس میں حاضر ہونے اور آپ کے سامنے اپنا کلام پیش کرنے میں سعادت سمجھتے۔ اور شاہ جی کی داد کو دولت ہفت اقلیم شمار کرتے۔ اور آپ کی شعر شناسی و سخن فہمی کے قائل ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے۔ آپ نے خود بھی ایک زمانہ میں طبع آزمائی کی۔ آپ کے مختلف اشعار نعت منقبت، نظم و غزل، قطعات طنز و تفنن کا ایک مختصر مجموعہ ''سواطع الالہام'' کے نام سے 1955ء کو شائع ہو کر علمی ادبی حلقوں میں ذوق و شوق سے پڑھا گیا ہے۔

شاہ جیؒ کی سخن فہمی کے بارے میں علامہ انور صابری لکھتے ہیں:

''کفایت قرآن، تفہیم دین اور اسرار سیاست سے واقفیت تامہ کے ساتھ ادب و فن پر بھی ان کی گہری نگاہ تھی۔ محاسن و معائب دونوں پر عبور حاصل تھا۔ (3)''

ماہر القادری کا شمار اپنے دور کے معروف شعراء میں ہوتا ہے، ان کو بھی شاہ جیؒ کی مجلس میں اپنے اشعار سنانے اور داد وصول کرنے کی سعادت حاصل تھی۔ وہ لکھتے ہیں:

''داد دینے کا انداز والہانہ تھا۔میں نے زندگی میں بہت کم لوگوں کو اتنی صحیح اور معقول داد دیتے ہوئے دیکھا ہے۔(4)''

احمد ندیم قاسمی نے شاہ جیؒ کی شعر شناسی کا انتہائی عمدہ اور بلند الفاظ میں تذکرہ کیا ہے ارقام فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے ارباب سیاست اور زعمائے دین میں شاہ جی سے بڑا شعر شناس کبھی نہیں دیکھا۔اگر ایک بہت بڑا شاعر ہونا بہت بڑی سعادت ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا شعر شناس ہونا بھی کم سعادت نہیں ہے۔اور شاہ جی اتنے بڑے شعر شناس تھے کہ شاعر کی نفسیات کی گہرائیوں میں اتر جاتے تھے اور شعر کی داد ہمیشہ اس پہلو سے دیتے تھے جو خود شاعر کی نظر میں اس کی متاع عزیز ہوتا تھا۔اچھا شعر ان کے دل میں ترازو ہو جاتا تھا۔یہی وجہ ہے کہ جہاں وہ سعدی و حافظ اور غالب و اقبال کے اشعار کو اپنی معجزہ کار تقریروں کی زینت بناتے تھے، وہیں ہم لوگوں کے اشعار کو یہ عزت بخشنے سے گریز نہیں فرماتے تھے۔(5)''

علامہ محمد حسین عرشی امرتسری لکھتے ہیں:

''مولوی طبقے میں صحیح ذوق شعر کا کوئی آدمی میں نے ایسا نہیں دیکھا۔6''

حافظ لدھیانوی شاہ جیؒ کے خاص نیاز مندوں میں تھے وہ لکھتے ہیں:

''شاہ جیؒ شعر کی دادیوں دیتے تھے کہ آنکھوں کی بناوٹ اور ہونٹوں کی سجاوٹ شعر کے حسن کا پتہ دیتی تھی، شعر کے معنی انکے چہرے پر بکھر جاتے تھے۔(7)''

احمد ندیم قاسمی، صوفی تبسم، احسان دانش، حفیظ جالندھری، ماہر القادری، تاثیر، سالک، فیض، ساحر اور حافظ لدھیانوی۔جگر مراد آبادی، عدم وغیرہم کو آپ کی ہمنشینی و بزم آرائی کی سعادت اور آپ سے مراسم سخن پروری حاصل رہے۔

اقبال غالب اور حافظ کو خوب ڈوب کر پڑھا تھا۔ان کے کلام کے حوالے سے بڑا جامع تبصرہ فرماتے اور وقیع الفاظ میں ان شعراء کو خراج تحسین پیش فرماتے ان شعراء کے اشعار نوک زبان تھے۔برجستہ اور برمحل استعمال کرتے اپنے دور کے واقعات و حالات کے حوالے سے اکثر اشعار اس خوبی سے استعمال میں لاتے کہ آدمی کو غالب و اقبال پر اس دور کے سیاسی شعراء کا گمان تک ہو جاتا۔

پروفیسر خالد شبیر لکھتے ہیں:

''غالب کے شعر آپ کو خاص طور پر بڑے پسند تھے۔اکثر و بیشتر اپنی تقاریر اور نجی محافل میں پڑھتے اور کچھ اس انداز سے کہ سننے والوں پر سحر طاری ہو جاتا۔(8)''

اپنی سیاسی تجربے اور شعر فہمی کے ذوق کی بنا پر دعویٰ کیا کرتے تھے کہ غالب کا آدھے سے زیادہ دیوان سیاسی موضوعات و مفاہیم پر مشتمل ہے۔

شورش کاشمیری لکھتے ہیں:

(شاہ جیؒ) فرماتے: غالب ہر کوئی پڑھتا ہے میں بھی پڑھتا ہوں لیکن میں ذرا عام روش سے ہٹ کر پڑھتا

ہوں۔یار لوگوں نے اس کی بہت سی شرحیں لکھی ہیں۔ ہر کسے را رنگ و بوئے دیگر است، سوچتا ہوں تو میرے سامنے ان کے مطالب کا رخ ہی دوسرا ہوتا ہے۔میرا ذہن خود بخود اس کے اشعار کی گتھیاں کھولتا چلا جاتا ہے۔اور میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ غالب کا نصف دیوان سیاسی ہے۔اس نے الفاظ کی ریشمی نقابوں میں نہ صرف اپنے عہد کے دار و رسن اور اپنے زمانۂ ادبار و انحطاط کی تصویریں بنائی ہیں بلکہ اشارات و کنایات میں حالات و واقعات کے دفاتر سمو گیا ہے۔

ایک دفعہ جانے کیا موضوع تھا کہنے لگے بحمداللہ نفس نے کبھی کوئی جنسی خیانت نہیں کی۔کسی کی عزت پر ہاتھ نہیں ڈالا۔کسی کی عصمت کوتا کا نہیں۔کسی کی عزت کو گھورا نہیں۔دوسروں کی طرف نگاہ غیر شعوری طور پر اٹھی بھی تو اپنی عزت یاد آ گئی۔

ہم نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسد
سنگ اٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

عمر کے آخری برسوں میں عموماً غالب ہی کے اشعار پڑھتے اور سر دھنتے تھے۔گوان کے حافظہ پر بیسیوں اساتذہ سخن کے کلام کی راہیں کشادہ تھیں لیکن غالب کے ذکر پر فرماتے ظالم نے دل چیر دیا ہے۔

شیخ حسام الدین ملتان گئے تو بان کی چٹائی پر بیٹھے پان بنا رہے تھے۔کہنے لگے رات غالب نے کئی گھنٹے بے چین رکھا۔ہائے کس دن کے لیے کہہ گیا تھا:

بے کسی ہائے تمنا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بے دلی ہائے تماشا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں

سبحان اللہ! (آبدیدہ ہو گئے)۔‘‘(9)

شورش کاشمیری مزید لکھتے ہیں:

’’غبار خاطر چھپ کر سامنے آئی تو شاہ جی کے حافظے کی بے شمار گرہیں کھل گئیں۔مولانا آزاد نے کسی خط میں لکھا ہے کہ عمر کے ابتدائی دنوں میں جو کتابیں پڑھی تھیں ان کے ضروری مقامات بقید صفحہ و سطر حافظے میں محفوظ ہیں۔شاہ جی بھی حافظے کے اسی مقام سے گزرنے لگے۔ان دنوں برصغیر کے فسادات کا زمانہ تھا۔گھر یا دفتر میں مجلسیں لگاتے اور اپنے بچپن، لڑکپن اور ابتدائی ایام جوانی کے حافظہ پر نقش اشعار سناتے۔سعدی، حافظ، نظیری، غالب، غنیمت کنجاہی، غنی کاشمیری، عنصری، شہیدی، ابوطالب حکیم آملی، رومی، گرامی.....غرض ایک خزانۂ گرانمایہ تھا کہ اس کا ڈھکنا اٹھا دیا ہو۔اور اشرفیوں کا ڈھیر لگ رہا ہو۔غالب کی فارسی شاعری کے ایسے ایسے نوادرات کھٹ سے چلے آتے تھے کہ جی جھوم جھوم جاتا تھا۔

اپنی جدوجہد کا ذکر کرتے ہوئے ایک دفعہ پڑھا:

اے ہم نفساں، آتشم از من بگریزید
ہر کس کہ شود ہمرہ ما دشمن خویش است

پھر اس کو پلٹایا:

گریز داز صف ما آنکہ مرد غوغا نیست
کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلہ ما نیست

اور تب مسلمانوں کے اجتماعی مزاج کا ذکر کرتے ہوئے گونج اور گرج کے ساتھ پڑھا۔ ''ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں''یعنی:

بوئے گل، نالۂ دل، دود چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا''(10)

حافظ لدھیانوی تحریر فرماتے ہیں:

''شاہ جی غالب کی شاعری کو سراہتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ'' غالب تو جنت ہے اپنے ذوق کو کیا کروں اس سے کم درجے کا شاعر میرے مذاق سخن پر پورا ہی نہیں اترتا''

شاہ جی کو غالب کے فارسی اور اردو کے بے شمار اشعار یاد تھے۔ جب کبھی اس گل کدے کا دروازہ کھولتے تو انجمن مہک مہک جاتی۔ گل تازہ کا حسن اور خوشبو دیدہ و دل کو منور کر جاتا''۔(11)

ریاض رحمانی لکھتے ہیں:

ایک تقریر کے دوران ختم نبوت کے موضوع پر دلائل دے رہے تھے کہ غالب کا یہ شعر آپ کی زبان پر آ گیا۔

حضرت ناصح گر آویں دیدہ و دل فرش راہ
کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا

فرمانے لگے کہ: علوم و معارف کا سارا خزانہ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لٹا کر جا چکے اب کوئی نیا نبی آئے بھی تو کیا کرے گا اور کیا کہے گا؟ اس کے پاس بتانے کو کیا ہوگا؟۔

ریاض رحمانی لکھتے ہیں:

''یقین فرمائیے کہ ہم غالب کے پرستاروں اور اس کے کلام کو سمجھنے کے دعویداروں میں خود کو شمار کرتے ہیں، مگر غالب کے اس شعر کی جو تشریح شاہ جی نے کی اس پر ہم ششدر رہ گئے۔''(12)

عبدالمجید سالک کے بیٹے ڈاکٹر عبدالسلام خورشید اپنی کتاب'' وے صورتیں الٰہی'' میں شاہ جی سے ملاقات کے احوال میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

اس کے بعد (شاہ جیؒ) ہمیں قیام گاہ پر لے گئے وہاں خوب محفل جمی باتوں باتوں میں فرمایا'' دو کتابیں ہمیشہ میرے پاس رہتی ہے۔ قرآن حکیم اور دیوان غالب لیکن اوپر قرآن حکیم رہتا ہے اور نیچے دیوان غالب''۔

میں بے ساختہ پکار اٹھا ہاں

مسجد کے زیرِ سایہ خرابات چاہیے

ہنس پڑے کہنے لگے کیسے چھپے رہے آخر ابن سالک ہو۔ (13)

صوفی نذیر احمد مرحوم (سٹینڈرڈ بیکری ملتان) امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے عقیدت مند اور مجلس احرار اسلام کے سرگرم کارکن تھے۔ اکثر عصر کی نماز کے بعد شاہ جیؒ کے ہاں تشریف لے جاتے، کیک بسکٹ ساتھ لے جاتے اور چائے شاہ جیؒ کے ساتھ نوش فرماتے۔ ایک دفعہ حسبِ معمول حاضر ہوئے اور چائے آ گئی۔ شاہ جیؒ چائے پیتے رہے اور صوفی صاحب سے مخاطب ہو کر غالب کے شعر میں تصرف کر کے یوں پڑھتے رہے:

''ابن مریم ہوا کرے کوئی''

کیک بسکٹ دیا کرے کوئی (14)

شاہ جیؒ نے غالب کی زمین میں طبع آزمائی بھی فرمائی ہے۔ پڑھیے اور لطف اٹھائیے، مطلع ہے:

نعرہ از پاکئ داماں می زنم

دست بر پیمانہ پنہاں می زنم

اس کے متعلق (شاہ جیؒ نے) خود فرمایا:

(محرم 1367ھ، دسمبر 1947ء کا واقعہ ہے) بیماری کے دنوں میں اس فریب خوردہ مخلوق یعنی حضرت انسان کی دورخی اور دوعملی اور پھر اس پر ادعاء و خودسری کا خیال آ گیا کہ اکثر جو کہا جاتا ہے وہ کیا نہیں جاتا! لیکن اس کے باوجود ندامت نہیں ہوتی۔ بلکہ جوں جوں تکبر میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی مضمون کو میں نے غالب (مرحوم) کی زمین میں ادا کیا ہے، وہ کہتا ہے۔

زخمہ بر تارِ رگِ جاں می زنم

تا چہ پنداری کہ دستاں می زنم

شاید پوری غزل ہی ہو جاتی۔ لیکن فرصت کہاں تھی۔ ایک بیماری پھر گھر اور باہر کے کام کاج۔ بس یہی ایک مصرعہ ہوا۔ اور کچھ نہیں۔'' (15)

شاہ جیؒ فرماتے ہیں:

(شوال 1364ھ، اگست 1945ء کا واقعہ ہے) سری نگر (کشمیر) کے ایک ہوٹل میں ہم بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ میں تھا خواجہ غلام محمد (جالب، رکن نیشنل کانفرنس) بھی تھے اور ساتھ والے کمرے میں کچھ نوجوان بھی چائے پی رہے تھے اور شعر پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے غالب کا یہ شعر پڑھا، کہ

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو

بنتی نہیں ہے بادہ وساغر کہے بغیر

تو میں نے فوراً وہیں ایک پرزے پر لکھ کر نوکر سے کہا کہ یہ کاغذ ان بابو لوگوں کی میز پر رکھ کر چپ چاپ چلے آؤ، کہنا کچھ مت، شعر تھا:

گر ہو دوائے عشق کی تلخی نصیب عقل
بنتی ہے پھر تو بادہ وساغر کہے بغیر

چنانچہ بیرا کاغذ رکھ کر واپس آ گیا۔ تو میں نے اپنے کمرے کی کنڈی لگادی۔ مجھے معلوم تھا کہ ان سے صبر نہیں ہوگا۔ اور وہی ہوا کہ جیسے ہی انہوں نے کاغذ لے کر پڑھا اور دہرایا، تو مجھے بھی آواز آئی، ایک دوسرے سے پوچھ رہا تھا کہ ہائیں کیا کہا؟ اور دومنٹ بعد وہ میرے کمرے کا دروازہ توڑ رہے تھے۔ نوکر گیا تو کہنے لگے کہ بتاؤ اندر کون بیٹھا ہے اور یہ شعر کس نے بھیجا ہے۔ اس نے میرا نام لیا بس پھر کیا تھا، پاگل ہو گئے اور دوڑے ہوئے اندر آ کر مجھے چمٹ گئے۔ کہ پھر سنایئے میں نے کہا بتاؤ بنتی ہے کہ نہیں۔ اب غالب کا جواب ہوا کہ نہیں کہنے لگے جی! پہلے تو نہیں، لیکن اب تو بادہ وساغر کے بغیر بھی بنتی ہے۔ ہم نے آج تک یہ مضمون نہیں سنا۔ ہم حیران ہو رہے تھے کہ آخر یہ کون ہے، کہ جس نے اتنا برجستہ جواب لکھا ہے۔ آپ کا نام سنا تو یقین آ گیا۔ کہ یہ جواب دہی دے سکتے ہیں۔‘‘(16)

اقبال، رومی، حافظ کی طرح غالب کا کلام بھی خوب ڈوب کر پڑھا تھا، خطابت کے دوران غالب کے اشعار کا برموقع وبرمحل استعمال آپ کے دائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ اپنی بات کو عقلی ونقلی دلائل سے مدلل ومبرھن کرنے کے بعد مزید مستحکم اور ادبی رنگ پیدا کرنے کے لیے غالب اور دیگر شعراء کے اشعار کا اس خوبی کے ساتھ مناسب مقام پر استعمال کرتے گویا وہ شعر اسی ہی مقام اور اسی ہی موقع کے لیے کہا گیا ہے۔ آپ کے خطابت کے بے شمار مواقع ایسے ہیں جہاں پر آپ نے برمحل ایک شعر پڑھنے پر رنگ جما کر میلہ لوٹ لیا۔

سیدہ ام کفیل بخاری لکھتی ہیں:

اسی زمانے میں ایک جلسہ میں موتی لال کے بعد اباجی کی تقریر تھی۔ سائمن کمیشن کی اصلاحات کے خلاف جلسہ تھا، موتی لال بیرسٹر تھے۔ فرماتے جو نکتہ میں سوچتا وہ اسی پر بولنے لگتے۔ میں سوچ میں پڑا ہوا تھا کہ کس نکتہ پر بولوں۔ ان کی تقریر اختتام کو پہنچی تو لوگ سائمن کا جنازہ بنا کر جلسہ گاہ میں لے آئے۔ فرماتے کھٹ سے میرے ذہن میں غالب کا شعر آیا اور میں نے جنازہ کی طرف ہاتھ کا اشارہ کر کے اپنی مخصوص لے میں پڑھا۔

ہوئے مر کے ’’تم‘‘ جو رسوا، ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا

یوپی کے تعلیم یافتہ لوگوں کا اجتماع اور یہ برمحل شعر، جلسہ واہ واہ کے شور سے ایک قیامت برپا ہوگئی۔ موتی لال مارے حیرت کے ’’ارے ارے‘‘ کرتے رہ گئے اور پھر جو طبیعت کھلی تو کئی گھنٹے تقریر کی۔(17)

فلم انڈسٹری کے کچھ نوجوانوں نے آپ سے ملاقات کی تو دوران گفتگوان نوجوانوں میں سے کسی نے کہا:
ہم نے آپ کی شخصیت سے جو تاثر اخذ کیا، یہ تھا کہ آپ سے دار ورسن نام کی ایک پکچر کا ہیرو بننے کی خواہش کریں۔ کیونکہ آپ کی صورت حضرت یسوع مسیح سے ملتی جلتی ہے۔''

شاہ جیؒ کھلکھلا کر ہنس پڑے فرمایا:

''خوب ہے میاں! خود قد و گیسو میں رہو اور ہمارے لیے وہاں بھی دار ورسن؟ اب سمجھ میں آیا کہ غالب کے ہاں'' جہاں ہم ہیں وہاں دار ورسن کی آزمائش ہے'' کے معنی کیا تھے۔

ان نوجوانوں نے کہ شاہ جی کی گل افشانیوں سے مسحور تھے رخصت ہوتے وقت شاہ جی کا ہاتھ چومنا چاہا تو ہاتھ کھینچ لیا فرمایا دامن پکڑ لیا تو چھڑایا نہ جائے گا۔(18)

مولانا محمد یاسین لکھتے ہیں:

''اس عالم کی بے ثباتی اور ناپائیداری حیات کے متعلق حضرت (شاہ جیؒ) کے ملفوظات نہایت دلچسپ اور علمی ہوتے تھے، اس موضوع پر غالب ان کا بڑا معاون ثابت ہوتا، راقم نے مختلف مجلسوں میں اس موضوع پر حسب ذیل اشعار سنے:

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد
عالم تمام حلقہ دامِ خیال ہے

مصرع ثانی کو کچھ اس رنگ سے پڑھتے کہ کائنات کا ایک ایک ذرہ اسیرِ دام خیال ہو جاتا۔

ہاں کھائیو مت فریب ہستی
ہرچند کہیں کہ ''ہے'' نہیں ہے

دوسرے مصرعہ میں جس نفی اثبات کا ذکر ہے اس کے پڑھنے میں ایک عجیب سماں پیدا کرتے۔

جز نام نہیں صورت عالم مجھے منظور
جز وہم نہیں ہستیء اشیا مرے آگے

یہ حیات دنیوی ان کے نزدیک مرگ کا درجہ رکھتی تھی۔ انہوں نے اپنے کلام میں بھی اس طرح ذکر کیا ہے۔

مردیم و در انتظار مرگیم (19)

سید عطاء المؤمن بخاری فرزند امیر شریعت فرماتے ہیں:

ابا جی کے آخری دنوں کی بات ہے روزانہ کے معمول کے مطابق سلیمی دواخانہ جانے کے لیے اٹھے پان بنانے لگے۔ اکڑوں بیٹھ کر ہتھیلی پر پان رکھا، لوازمات اوپر ڈالے اور پھر پان کو ہتھیلی پہ مروڑنے لگے چورا کر کے منہ میں ڈالتے تھے کہ دانت باقی نہیں رہے۔ اچانک پتہ نہیں کیا خیال آیا پان کا چورا کرتے کرتے غالب کا شعر گنگنانے لگے

ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

شعر پڑھتے پڑھتے پان کا چورا ہاتھ سے نیچے گرادیا اور پھر ہمیشہ کے لیے پان کھانا ترک کر دیا۔(20)

بقول شریف کنجاہی شاہ جی نے فرمایا مجھے غالب کا یہ شعر بہت پسند ہے

حیف کہ من بخوں تپم وز تو سخن رود کہ تو
اشک بدیدہ بشمری نالہ بسینہ بنگری (21)

حواشی

1۔سید عطاء اللہ شاہ بخاری......سوانح وافکار ص45
2۔سید عطاء اللہ شاہ بخاری، سوانح وافکار ص46
3۔نقیب ختم نبوت، امیر شریعت نمبر ج:1،ص:144
4۔نقیب ختم نبوت، امیر شریعت نمبر ج:1،ص:502
5۔نقیب ختم نبوت، امیر شریعت نمبر ج:1،ص:520
6۔نقیب ختم نبوت، امیر شریعت نمبر ج:1،ص65
7۔نقیب ختم نبوت، امیر شریعت نمبر ج:1،ص440
8۔نقیب ختم نبوت امیر شریعت نمبر ج:2،ص99
9۔نقیب ختم نبوت، امیر شریعت نمبر ج:1،ص:65
10۔نقیب ختم نبوت، امیر شریعت نمبر ج:1،ص:66
11۔نقیب ختم نبوت، امیر شریعت نمبر ج:2،ص:148
12۔نقیب ختم نبوت امیر شریعت نمبر ج:2،ص:424
13۔نقیب ختم نبوت، امیر شریعت نمبر ج:1،ص:521
14۔نقیب ختم نبوت ملتان، اگست 2003ء ص64
15۔سواطع الالہام ص120 اشاعت 1955ء شاہ جی کا شعری مجموعہ
16۔سواطع الالہام ص75-74
17۔سیدی وابی ص:107، سیدہ ام کفیل رحمہا اللہ
18۔سید عطاء اللہ شاہ بخاری سوانح وافکار ص:269
19۔نقیب ختم نبوت، امیر شریعت نمبر ج:1،ص:248
20۔نقیب ختم نبوت امیر شریعت نمبر ج:2،ص318
21۔نقیب ختم نبوت امیر شریعت نمبر ج1 ص570

تحریک تحفظ ختم نبوت —— ڈاکٹر محمد عمر فاروق
(1931ء —— 1946ء) جلد اوّل

● قیام پاکستان سے قبل برصغیر میں قادیانیت کے خلاف پہلی عوامی تحریک اور مجلس احرار اسلام کی تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد کی مکمل تاریخ ● قادیان اور متحدہ ہندوستان میں قادیانیت کے تعاقب کی مستند سرگزشت ● قادیانیوں سے مجاہدین احرار و ختم نبوت کی معرکہ آرائیوں کے مفصل تذکرے ● حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے خلاف قادیان میں تقریر پر مقدمہ کی مفصل روداد پہلی بار منظر عام پر ● تحریک تحفظ ختم نبوت کے اثرات ونتائج کا غیر جانبدارانہ تجزیہ ● ایک ایسی کتاب جس کے مطالعہ کے بغیر تحریک تحفظ ختم نبوت سے آگاہی ممکن نہیں ہے۔

صفحات:572 قیمت-/1000 روپے

ملنے کا پتا: بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم ملتان 0300-8020384

مفکر احرار چوہدری افضل حق رحمہ اللہ قسط نمبر ۱۵

تاریخ احرار

بے سمجھ قوم کے لیڈر کی مشکلات:

لیڈری پیغمبری کا جزو اعظم ہے۔ لیڈر کی زندگی پھولوں کی سیج نہیں بلکہ کانٹوں کا بستر ہے۔ کرو تو اعتراض، نہ کرو تو اعتراض، کسی کام سے منع کرو تو اعتراض،، نہ کرو تو اعتراض۔ کسی کام سے منع کرو تو شکوہ، کسی کام کے کرنے پر ابھارو تو شکایت۔ یہ زندگی پختہ سیرت کے بغیر بسر نہیں ہو سکتی۔ خدا پر پورا بھروسہ یا اپنے نصب العین پر اعتماد ہو۔ دونوں ہوں تو بہت بہتر ......کوئی نہ ہو تو زندگی تلخ۔ جوش و ہنگامے میں عقل کی بات کہنا اپنے گلے میں خود جوتوں کے ہار ڈالنا ہے۔

چودھری عبدالعزیز نے تعزیہ داروں کو تعزیہ اٹھانے سے باز رکھنا چاہا۔ لیڈری کی ہوا کا رخ بدل گیا۔ سرگوشیوں نے کانوں میں زہر ٹپکانا شروع کیا کہ لیجیے مل گئے، کس سے؟ وزیر اعظم سے۔ کھا گئے، کتنا؟ کچھ نہ پوچھو۔ غرض چودھری صاحب پریشان ہوئے گھبرائے گھبرائے پھرے کہ نہیں بھیا بدگمانی نہ کرو۔ بدگمانیاں ایکشن سے دور ہوتی ہیں۔ قربانی معترض کی زبان روکتی ہے۔ جوش کے وقت عقل کی بات کہہ کر وہ جس دلدل میں پھنسے تھے اس سے نکلنے کی ایک ہی صورت تھی کہ جیل کی ہوا کھائیں۔ سلاخوں کے پیچھے بیٹھ کر قدرت کا تماشا دیکھیں۔ معلوم ہوتا ہے انھوں نے حالات سے گھبرا کر سلطان پور کے واقعہ کے متعلق ریاستی افسران پر شدید الزامات لگائے اور وزیر اعظم کو مفصل چٹھی لکھی۔ ریاستی نوکر شاہی کے ہاتھ بہانہ آ گیا۔ اور چودھری صاحب زیر دفعہ ۱۲۲/ بجرم بغاوت دھر لیے گئے۔ اب زبان طعن رک گئی۔ اور محبت کے آنسو جاری ہو گئے۔ اب پھر ریاست کپورتھلہ کے طول وعرض میں عبدالعزیز زندہ باد کے نعروں سے فضا گونج اٹھی۔ میاں سر عبدالحمید وزیر اعظم کپورتھلہ بڑے جوڑ توڑ کے آدمی تھے۔ مسلمان ہونے کے باعث ان کے انتظام کے خلاف مسلمانوں میں مؤثر آواز پیدا کرنا آسان نہ تھا۔ مسلمانوں کو مسلمان بن کر مارنا آسان ہے۔ پھر اگر مسلمان افسر ہوشیار بھی ہو تو مسلمان آبادی اپنے مفاد کے خلاف ایسے شخص کے دام میں گرفتار رہنے کو پسند کرتی ہے۔ سلطان پور میں گولی چلنے اور چودھری عبدالعزیز کو گرفتار کرنے سے میاں صاحب موصوف کی ہر دل عزیزی میں فرق آ گیا۔ یہ موزوں موقعہ تھا سلطان پور کے واقعہ سے فائدہ اٹھا کر عوام کے لیے کسی مستقل رعایت حاصل کرنے کے لیے ہلچل شروع کی جائے۔ سلطان پور کے واقعات بجائے خود کوئی مستقل تحریک نہیں بنے۔ ایسے ہنگامی حالات سے جو اشتعال انگیز ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے ارباب ظلم کے خلاف کام لیا جا سکتا ہے۔ اور اس طرح ظالم افسران کی ہر دل عزیزی کم کر کے اقتصادی اور سیاسی تحریکات کو مضبوط کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ہم نے سلطان پور فائرنگ اور چودھری عبدالعزیز کی گرفتاری سے پورا فائدہ اٹھا کر زرعی مطالبات کو آگے لانے کی کوشش کی۔ ابتداء میں یہ فرقہ وار اور زرعی ملی جلی تحریک کے طور پر عوام کے سامنے آئی۔ ارادہ یہ تھا کہ ابتدا ایسی ہی رہے اور انتہا خالص زرعی تحریک رہ جائے اور کسانوں میں جتھہ بندی مضبوط

کی جائے۔ چنانچہ ان ملے جلے جذبات کو مسلمانوں میں ابھارا گیا۔ بیگووال کے غیر ملازم راجپوتوں نے ہمارا ہاتھ بٹایا چونکہ چودھری عبدالعزیز راجپوت تھے۔ اس لیے عصبیت کی بنا پر کچھ اور راجپوت گاؤں بھی متاثر ہوئے آہستہ آہستہ ریاست میں جلسے اور مظاہرے ہونے لگے۔ مجلس احرار جالندھر کے کارکن برابر ریاستی لوگوں کے ساتھ نامہ و پیام کرتے رہے۔ حکومت کی طرف سے تشدد اور لوگوں کی طرف سے سول نافرمانی شروع ہوگئی۔ جہاں جلسہ ہوتا وہاں پولیس جلسے کو منتشر کرتی تھی اور بڑی بے رحمی سے ڈنڈے برساتی۔ اس سے معاملہ ذرا آگے بڑھا۔ لوگوں نے جتھہ بند ہو کر شہر کپور تھلہ کے محلات کی طرف فریاد و فغاں کے ساتھ بڑھنا چاہا۔ اس تحریک کو روکنے کے لیے ریاست نے چوکی پہرے بٹھا دیئے۔ اور ڈنڈا پولیس نے کسانوں کے سر اور کمر کی پورے طور سے تواضع کرنا شروع کی کئی دن تک کسانوں اور پولیس میں کشمکش جاری رہی۔ جالندھر احرار کے متعدد جتھے ریاست کی طرف بڑھتے ہوئے گرفتار ہوئے۔

خدا خوش رکھے مولانا ظفر علی خان بھی عجب بزرگ ہیں۔ آپ جالندھر میں ان دنوں وارد ہوئے جب تحریک بڑھ رہی تھی۔ آپ نے احرار کے سرخ پوشوں کی بجائے نیلی پوش بننے کی لوگوں کو تلقین کرنی شروع کی کچھ وکلاء کے گروہ نے ہاتھوں ہاتھ لیا مولانا کی سرکردگی میں کچھ وکلاء ہمیں ناکام بنانے کے لیے آمادہ ہوگئے۔ ان تمام حالات پر غور کرنے کے لیے ہم نے جالندھر میں ورکنگ کمیٹی کا اعلان کیا۔ ادھر وکلاء کی جماعت نے ایک تحقیقاتی کمیٹی بنا کر اس کے نتائج کے بعد ایکشن یعنی تبلیغ شروع کی ہوئی تھی۔ جالندھر سیالکوٹ نہ رہا تھا کہ لوگ یک جان اور ہم خیال ہو کر ہماری رہنمائی قبول کرتے۔ لوگوں کے ذہن میں عجب انتشار پیدا ہو گیا تھا۔ میاں سر عبدالحمید جالندھر کے رہنے والے ہیں ان کے خاندان کا کافی اثر تھا۔ علاوہ ازیں سر موصوف خود بھی ملنسار ہیں۔ اس لیے جالندھر کے طبقہ اعلیٰ میں احرار کے خلاف فضا زیادہ مسموم ہوگئی، میاں سر عبدالحمید نے اس نے پر بازی لگا دی کہ جالندھر میں احرار کا پورا اثر پیدا نہ ہونے پائے۔

تحریکات میں جنگ کی طرح خیال رکھنا چاہیے کہ مضبوط Base یعنی مرکز کے بغیر جنگ کا محاذ کمزور ہو جاتا ہے۔ کشمیر کی تحریک کی کامیابی سیالکوٹ کے سر تھی۔ سیالکوٹ کے ایثار سے تمام ہندوستان کے مسلمان متاثر ہوئے تھے۔ اگر سیالکوٹ ریاست کے قرب کے باوجود احرار کا مخالف ہوتا تو احرار کی کشمیر کی یلغار کامیاب صورت اختیار نہ کرتی۔ جالندھر شہر میں امراء تو مخالف تھے ہی ہمیں اس کی چنداں پروا نہ تھی۔ لیکن بدنصیبی یہ ہے کہ امراء کا غریبوں پر باوجود لوٹ کھسوٹ اور انھیں غلام بنائے رکھنے کے اثر ہوتا ہے، یہ اثر جالندھر میں نمایاں تھا۔ کسی غریب جماعت کی، جیسے کہ احرار ہے، کامیابی یہ ہے کہ وہ غریبوں کو متاثر کر سکے کہ وہ اوپر کے طبقے سے بے نیاز ہو جائیں۔ اور ان میں نہ صرف طبقاتی شعور پیدا ہو بلکہ ہو سکے تو غریبوں کو جتھہ بند امراء کے خلاف کام میں لایا جائے۔ وحدت انسانی کے تصور اور انسانی برادری میں سب کے برابر ہونے کے خیال میں جو امر مانع ہے وہ یہ ہے کہ غریب امیر کی بات سے متاثر ہوتا ہے اور اپنے مفاد کے خلاف اس کے جھانسے میں آیا رہتا ہے۔ امیر ذرا ہنس کے بلائے تو یہ لب ڈھیلے چھوڑ کر خوشامد پر آتا ہے۔ اس کا اشارہ پاتے ہی غریبوں ہی پر ظلم توڑنے لگتا ہے۔ چنانچہ ہم نے دیکھا کہ امراء کے اشارے پر غریبوں کا ایک معتد بہ حصہ

ہمارے مخالف ہو چکا ہے۔ جالندھر کے مسلمانوں کو یوں شل بنا کر کے میاں صاحب نے بے پناہ تشدد سے اندرون ریاست کی تحریک کو دبالیا۔ ہماری ورکنگ کمیٹی کے لیے کوئی چارہ کار نہ تھا کہ ہم پہلے جالندھر کی فضا کو کسی طرح اپنے حق میں بنائیں اور پھر کپورتھلہ کا رخ کریں۔ اگر چہ وکلاء کے ہاتھوں ہماری یہ شکست تھی لیکن ہم نے حالات سے مجبور ہو کر یہ اعلان کر دیا کہ ہم اس بنائی ہوئی کمیٹی کے ساتھ تعاون کریں گے اور مسلمانوں کو انتشار سے بچائیں گے۔ ہم یہ جانتے تھے کہ یہ صرف ہمارے کام میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے زبان سے کہتے ہیں کہ ہم سول نافرمانی کریں گے۔ ورنہ وکلاء کی جماعت تو کبھی سول نافرمانی کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔

عوام کا قاعدہ ہے کہ وہ کام کی حامی بھرنے والوں کی جان کا عذاب ہوتے ہیں۔ جو خاموش بیٹھ جائے اس کا پیچھا نہیں کرتے۔ اب ہمارے اعلان کے بعد یہ ہوا کہ سب لوگ کہنے لگے کہ یہ وکیل لوگ کیا خاک سول نافرمانی کریں گے۔ کم بختوں نے یوں ہی احرار سے پلیٹ فارم چھین لیا۔ سپاہیوں کے ہاتھ سے میدان لے کر باتونی لوگ آگے آگئے ہیں۔ اب کپورتھلہ کے مسلمانوں کا اللہ والی سمجھو رائے عامہ بہت ہی مؤثر حربہ ہے۔ اسی حربے سے یہ لوگ ہمارے خلاف کام لینا چاہتے تھے۔ اب وہ خود رائے عامہ کا شکار ہو کر منہ چھپائے پھرتے ہیں ہمارے اس جالندھر میں ریزولیوشن پاس کر کے آنے کے چار روز بعد ایک وکیل صاحب جو سب سے زیادہ ہمارے مخالف تھا، گھبرایا ہوا لاہور آیا کہ تم نے سخت سیاسی چالبازی سے کام لیا ہے۔ اگر ہم مسلمانوں کو سول نافرمانی کا مشورہ دیتے ہیں تو سب سے پہلے خود دھرے جاتے ہیں۔ اگر سول نافرمانی سے باز رکھتے ہیں تو کہیں گے کہ ریاست کا روپیہ کھا کر ایسا کہتے ہیں۔ ہماری جان عذاب میں آگئی ہے۔ میں نے کہا جان برادر تم نے ہماری حالت بھی تو چوروں کی سی کر دی تھی۔ تمہاری زبان پر جب سنو یہی تھا کہ قومی کارکن سب خائن ہوتے ہیں۔ بھیا اب ہم نے تمہیں میدان دے دیا ہے قوم کو خوب لوٹو، مگر خود بھی سال دو سال کے لیے جیل دیکھ آؤ۔ تم کہا کرتے تھے کہ احرار کے لیے ایسا سودا مہنگا نہیں۔ اب ہم کہتے ہیں کہ یہ سستا سودا تم ہی خرید لو۔ یہ پچھتانے کا وقت نہیں ہم ایک ہاتھ سے قوم کو لوٹتے تھے تم وکیل ہو دونوں ہاتھوں سے لوٹو۔

ماسٹر تاج الدین کی رہنمائی:

ماسٹر تاج الدین ہماری جماعت میں بڑے جوڑ توڑ کے آدمی ہیں۔ وہ سوکھی مٹی سے محل تعمیر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ مناسب یہی سمجھا گیا کہ حالات کا جائزہ لینے کے لیے اور مناسب اقدام کے لیے کپورتھلہ ایجی ٹیشن کا چارج ان کو دیا جائے۔ سب سے پہلے انہوں نے جالندھر میں بیٹھ کر روزنامہ جاری کیا روزنامہ بجائے خود تحریک ہوتی ہے۔ وہ اہل تدبر ہی نہیں بلکہ اہل قلم بھی ہیں۔ قلم اور تدبر نے ان عناصر کو جو ریاستی حکام کے تشدد سے دب گئے تھے پھر ابھر آنے کا موقع دیا۔ ہندو ساہوکاروں نے بھی اس دوران میں جلسے اور مظاہرے کرنے شروع کیے۔ اگر چہ یہ لوگ زیادہ تر شہروں میں رہتے ہیں لیکن ریاستی کاروبار میں مؤثر آواز رکھتے ہیں۔ ماسٹر تاج الدین کی تدبیر یہ تھی کہ ہندوؤں کے اس بااثر طبقے کے ایجی ٹیشن کو ہوا دی جائے۔ خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے، قومیں دیکھا دیکھی تیار ہوتی ہیں۔ ساہوکاروں کو دیکھ کر کاشت

کاروں میں بھی جتھہ بندی کا شعور پیدا ہوگا۔علاوہ ازیں جب کاشت کار اور ساہوکار دونوں مظاہرے کریں گے تو ریاست کی پریشانیوں میں اور اضافہ ہوگا۔ یہ صورت ایک قوم کی سول نافرمانی سے بھی زیادہ موثر تھی جب تک احرار اور ریاست کے مسلمان کاشت کار تحریک چلاتے تھے پنجاب گورنمنٹ کے افسر میاں سر عبدالحمید کے حق میں تھے۔اور مجھ سے کونسل میں بے حد کھچے کھچے تھے حتیٰ کہ چیف سیکرٹری نے چودھری عبدالرحمٰن خاں ایم۔ایل سی کی معرفت مجھے ملنے کی خواہش کی۔میں ملا تو مجھے دھمکانے لگے۔ایسا سلوک اس افسر کی عادت تھی۔میں جاگیردار یا خطاب یافتہ نہ تھا۔میں نے بالکل اسی انداز میں گفتگو کی اور کہا تم لوگ ہمیشہ حکومت کے غرور میں ظالم حکام کی طرفداری کر کے عوام کو کچلتے ہو۔اس نے کہا کہ ہندو اور سکھ بالکل پر امن ہیں تم نے مسلمانوں کو بھڑکایا ہوا ہے۔اس کا جواب ماسٹر صاحب کی تدبیر تھی۔اگرچہ اپنے خلاف ہندوؤں کے ایجی ٹیشن کو ہوا دینا ظاہر میں عقل کے لیے حیران کن تھا لیکن سیاست سیدھی راہ نہیں کہ سرپٹ گھوڑا دوڑایا جائے۔اس میں بہت پیچ وخم ہیں یہاں تدبیر اور اسباب کی فراہمی سے تقدیر بنتی ہے۔تیاریوں سے غافل اور عقل سے فارغ قوم کا خدا پر بھروسہ بے معنی ہے۔خدا ہمیشہ باتدبیر اور ہوشیار رہ کر کام کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔ہماری تدبیروں کے دو عناصر تھے۔ ایک تو جالندھر کے مخالف امراء کے برادر وکلاء کے گروہ کی پوری نگرانی۔دوسرے ریاست کے ہر عنصر کو مشتعل کرنا خواہ وہ ہندو ہوں مسلمان یا سکھ، کاشت کار ہو یا ساہوکار۔جو بھی ریاست میں شورو شر کرے وہ ہمارا اور ہم ان کے ساتھی تھے۔شور وشر عوام کی زندگی کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔کیسا ہی شور وشر ہو اس کو عوام کے مقاصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بنابریں ہم متواتر ساہوکارہ ایجی ٹیشن کی حمایت کرتے رہے اور ساتھ ہی میاں دیوان سر عبدالحمید کی حکومت پر ہر طرح زور دیتے رہے کہ ہندو ایجی ٹیشن کو دبائے۔سب سے مؤثر ذریعہ اخبار تھا۔جو جالندھر سے ماسٹر جی نے جاری کروایا تھا۔لوگوں کی زبان سے بات کہلوائی کہ میاں صاحب ساہوکاروں کے ذبیل اور صرف مسلمانوں پر شیر ہیں۔یہ بات میاں صاحب کو کھا گئی۔انھوں نے جھنجلا کر پھگواڑہ کے ساہوکاروں کو گرفتار کر لیا۔اب کیا تھا...... پنجاب کا تمام ہندو پریس جو میاں صاحب کی تعریف کرتا تھا ان کے کارٹون شائع کرنے لگا۔آرٹیکل پر آرٹیکل لکھے جانے لگے۔اور ہندو حلقوں میں عام پکار ہوئی کہ یہ شخص دوسرا اورنگ زیب ہے۔ہندو پریس اور ہندو عوام نے احرار اور کاشت کار کی بڑی خدمت انجام دی۔میاں صاحب کا مسلمان ہونا بھی ریاست میں مسلمانوں کی زبوں حالی کا باعث ہوا ہے۔اگر کوئی ایجی ٹیشن ہوتا تھا تو مسلمانوں میں غلط مذہبی جذبہ پیدا کر دیا جاتا کہ کیا تم ایک مسلمان وزیر کو برخاست کرا کر رہو گے؟

باوجود سلطان پور کے واقعہ ہائلہ کے تمام اسلامی پریس میاں صاحب کے ساتھ تھا۔لیکن میاں صاحب کی گردش کے دن جو آئے تو سیاست اور زمیندار دونوں میں چل گئی۔سیاست تو خیر اپنی مصلحت کی بنا پر میاں صاحب موصوف کا حامی تھا۔لیکن زمیندار عوام کا حامی سمجھا جاتا تھا۔زمیندار کے کم سن ایڈیٹر نے اخبار سیاست پر زرِ امداد ریاست سے حاصل کرنے کا الزام لگایا۔سیاست نے چند دن کے بعد مولانا ظفر علی خاں کے صاحبزادے کی دستخطی رسید کا عکس شائع کر دیا جس کے ذریعے انہوں نے ایک رقم شکریہ کے ساتھ ریاست مذکور سے وصول پائی تھی۔اب

جومسلمان اخبار میاں صاحب کی حمایت میں قلم اٹھاتا تھا، وہ ریاست کا اجیر سمجھا جاتا تھا۔ غرض کسی گوشے سے میاں صاحب کے حق میں مؤثر آواز نہ اُٹھتی تھی۔ اب پنجاب گورنمنٹ پریشان ہوگئی۔ وکلاء اور امراء کا وہ گروہ جو ہمیں خائن کہہ کر اپنا اثر ورسوخ بڑھانا چاہتا تھا۔ ان لوگوں نے ان پر الزام لگایا کہ یہ دولاکھ کی رشوت لے کر رپورٹ دبائے بیٹھے ہیں۔ جالندھر میں جس سے سنو یہی کہتا تھا کہ بھائی احرار غریب تھے کھاتے بھی تو دس بیس ہزار کھاتے یہ کمبخت دولاکھ کھا گئے۔ ہاں بھئی بڑوں کی توند بھی بڑی ہوتی ہے۔

میاں صاحب حکومت ہند کی نظر میں بڑے محترم تھے۔ انگریزی تدبیر کے وہ موثر ہتھیار تھے مگر موجودہ حال میں وہ زیادہ دیر تک ان کو بچا نہ سکتے تھے۔ میاں صاحب نے ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے چودھری عبدالعزیز کو پانچ سال کی سزا دے دی۔ مسلمانوں میں ان کی اور بھی حمایت کم ہوئی۔ عوام امراء کے ستائے ہونے کے باوجود ان کو تکلیف میں دیکھ کر آنسو بہانے لگتے ہیں اور ان جیسا غریب پاس ہی مرجائے اس کی موت سے بھی متاثر نہیں ہوتے۔ چودھری عبدالعزیز جیسا میں پہلے بتا چکا ہوں ریاست کے امتیازی خاندانوں میں سے ایک کے فرد ہیں۔ وہ قید ہوئے تو ہر ریاستی غریب مسلمان کے گھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ مہاراج کپورتھلہ تمام راجوں مہاراجوں سے مختلف ڈھب کے آدمی ہیں۔ وہ ریاست کے نظم ونسق میں کم حصہ لیتے ہیں۔ وہ سیر سپاٹے کے شائق مرنجاں مرنج سے آدمی ہیں۔ سیر یورپ سے واپس لوٹے تو یہاں لٹیا ڈوبی ہوئی نظر آئی۔ اگرچہ میاں صاحب پر ان کو بڑا اعتماد تھا مگر ان کو سیاسی مصلحت پر قربان کرنا پڑا۔ چودھری عبدالعزیز کی اپیل ریاست کی عدالت عالیہ کے پاس کی گئی۔ میاں عبدالعزیز صاحب بیرسٹر نے نہایت قابلیت سے مقدمہ مفت لڑا۔ عدالت کو مقدمہ میں سزا بحال رکھنے کی کوئی گنجائش نظر نہ آئی۔ آخر چودھری عبدالعزیز کو مہاراجہ صاحب نے رہا کر دیا اور میاں صاحب وزارت سے الگ کیے گئے۔ احرار کے نظریے سے ہمدردی ظاہر کی اور اس اسمبلی کی نوعیت اور حیثیت پر غور کرنے کے لیے ایک کمیٹی کے تقرر کا اعلان ہوا جس کے ممبر چودھری عبدالعزیز بھی بنائے گئے۔ اب مناسب یہ سمجھا گیا کہ قدرے انتظار کیا جائے اور اس کمیٹی کی سفارشات کو دیکھا جائے۔ آیا اس کے ذریعے کوئی حقیقی قوت ملتی ہے یا نہیں؟

خدا نے ہمارے کارکنوں میں اخلاص کے ساتھ بے پناہ عزم دیا ہے میں نے ماسٹر تاج الدین کو کام کے لحاظ سے محنتی چیونٹی، تدبر کے لحاظ سے دشمن کو تاروں میں الجھا مارنے والی مکڑی پایا۔ اے کاش سب احرار کارکن بے مصرف زندگی سے باز رہیں۔ باتیں بنانے کو گناہ سمجھیں۔ محنت کو زندگی کا جوہر سمجھیں۔ زور بازو سے روزی کمائیں۔ باقی وقت قوم کی تعمیر میں صرف کریں۔ ہم کیسے مسلمان رہ گئے ہیں۔ دنیا کا تختہ الٹنے اور کائنات کا نقشہ بدلنے کے لیے پیدا ہوئے تھے، غلام ہیں اور دوسروں سے ڈرنا ہمارا کام ہے۔ ایک صاحب تدبر اور صاحب عزم اگر ریاست کپورتھلہ کا حلیہ درست کرسکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم سب کی مشترکہ قوت اور محنت ہندوستان کی تقدیر کو نہ بدل دے اور یہاں غریب عوام کی حکومت نہ قائم کردے۔ کیسی قابل شرم بات ہے کہ اس انقلابی دور میں ہم اپنے

ہمسایہ سے مرعوب ہور ہے ہیں۔ایسا کیوں ہورہا ہے اس لیے کہ ہماری غفلت کی زندگی تھی جو ہم نے بسر کی۔ غافل قوموں کو انقلابات میں ان کی غفلت کی اور عدم تیاری کی سزا ملتی ہے۔فرانسیسی قوم وہی سزا بھگت رہی ہے۔آج مسلمان بھی کہتے ہیں کہ فلاں قوم کے پاس بڑا اسلحہ ہے، کیا ہوگا۔ضرور کچھ ہوگا اور وہی ہوگا جو غافل قوموں کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔مسلمان نوجوان سن لیں کہ غافل قوم کی سزا اٹل ہے۔وہ جنھیں سمجھنے اور سوچنے کی قابلیت دی گئی ہے، وہ خوب جان لیں قیامت کی گھڑی سر پر کھڑی ہے غفلت کی سزا رسوائی کی موت ہے۔ ہندوستان کی جماعتوں نے دعووں کے مطابق کام نہیں کیا۔ ہندوستان کے مسلمان سرمایہ داروں اور تعلیم یافتہ لوگوں کی زندگی محض تخریبی اعتراضات کی زندگی ہے۔وہ بھی قوم کے ساتھ سزا بھگتیں گے۔وہ احرار کارکن جو دفتروں اور گھروں میں بیٹھے بلند خیالات میں زندگی بسر کررہے ہیں اور ان تھک کارکن کی بے تاب روح جسم میں نہیں رکھتے یہاں تو قوم کے ساتھ مل کر سزا اٹھائیں گے ہی مگر آخرت میں بھی رسوا ہوں گے۔قوم کے خیالات کو سمجھ کر ایک منٹ غافل بیٹھ جانے والا آخرت کی سزا سے نہیں بچ سکتا۔ میں مانتا ہوں کہ بیس برس سے ہم احرار غربت کی چکی میں پیسے جارہے ہیں، باوجود اس کے میں مسلمانوں کی عدم تیاری میں اپنی جماعت کو موردِ الزام ٹھہراتا ہوں۔ بے شک ہمیں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے، تاہم یہ مشکلات ایسی زیادہ نہیں جن سے احرار کارکن عہدہ برآ نہ ہوسکیں۔جن پر مشکلات کم ہیں میں ان ہی کو زیادہ غافل دیکھتا ہوں۔ایک ماسٹر تاج الدین نہیں ہزاروں ماسٹر تاج الدین جماعت میں موجود ہیں۔ان کی تھوڑی سی غفلت نے مسلمانوں کے بڑے کام بگاڑے ہوئے ہیں۔ ہماری بے ہمتی نے ہماری تحریکات کو شہروں میں محدود کررکھا ہے اور شہروں کے عوام کے دلوں پر بھی پورا قبضہ نہیں۔اس پر بھی ہم اپنے کام سے مطمئن ہیں؟ چھوڑو اور جماعتوں اور لوگوں کو وہ جماعتیں اوپر کے طبقے کی نمائندہ ہیں۔ان کی سرگرمی کا حلقہ محدود ہے مگر احرار ۹۹ فی صد غریب لوگوں پر مشتمل اسلامی آبادی کے نمائندہ ہیں۔انھوں نے ابھی ایک فی صدی غرباء تک بھی اپنا پیغام نہیں پہنچایا۔امراء ہمارے خالص اسلامی نصب العین سے بیزار ہیں۔وہ لوگ جتنا ہم سے بیزار ہوں ہم پر خدا کی رحمت، لیکن کیا غریب احرار دوستو! اتنا سوچو گے کہ سب غریبوں تک پہنچنا، ان کو نئی زندگی اور سچی زندگی کا پیغام دینا کیا تمہارا کام نہیں؟ تم تو اس قیامت کی گھڑی میں کچھ غافل سے ہو؟ کس اونچے مقام پر چڑھ کر تمھیں پکارا جائے کہ تم سن کے بے تاب ہو جاؤ اور آتش بجاں مجاہد کی طرح مستعد ہو کر کام کے لیے میدان میں نکلو؟

کشمیر اور کپورتھلہ:

کشمیر کی تحریک میں اگرچہ ہم نصب العین کے حصول میں ناکام رہے لیکن اس نصب العین کو مدنظر رکھ کر کام کرنے والی جماعت وہاں موجود ہے لیکن کپورتھلہ میں ہمارا کام برباد ہو چکا ہے۔ہم نے بڑی غلطی کھائی جو چودھری عبدالعزیز کو ریاستی کمیٹی میں شمولیت کی اجازت دے دی۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کے تعاون اور اعتماد کی سپرٹ پیدا ہوگئی۔ یہ سپرٹ کمزوروں کے لیے مرض مہلک ہے؟ جب زیردست ہوں تو زبردست سے گلوخلاصی کرانے کے

لیے جدو جہد جاری رکھنا ہی دانشمندی ہے۔ اگر بین الاقوامی مطلع تیرہ و تار نہ ہوتا اور اس سے بلا خیز بجلیاں تڑپتی نظر نہ آتیں تو شاید احرار کو اس ادھورے کام کو پورا کرنے میں جلدی کرنا ہوتا۔

لیڈر سینما سٹاروں کی طرح تب تک ہر دل عزیز رہتے ہیں جب تک وہ لوگوں کی نظروں میں آتے رہیں۔ جہاں فلم پرانا ہوا اور نئی فلموں میں نئے ایکٹر آ گئے پہلے فلم سٹاروں کا ستارہ غروب ہوا۔ کبھی کوئی بھولے سے بھی یاد نہیں کرتا۔ سیاسیات میں آ کر گھر بار کی ساری مصروفیتیں چھوڑنا پڑتی ہیں۔ ورنہ سارا کیا برباد ہو جاتا ہے۔ اگر ایک آدھ سال لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جائے تو لوگ لیڈر کو بھول جاتے ہیں۔ اس لیے جو سیاسیات میں آئے اور پالیٹکس کو اوڑھنا بچھونا بنائے، اگر ساتھ گھر کی مصروفیتیں بھی لگی رہیں۔ تو یہ امراء کا پالیٹکس ہے یا غریب احرار مزدوروں کی مجبوری۔ جس کو ذرا کشایش حاصل ہے اس کی کام سے ایک لحہ علیحدگی جماعت کی ہر دل عزیزی میں کمی کرنے کے برابر ہے۔ ہم سب نے اور چودھری عبدالعزیز نے اپنی مصروفیتوں اور ریاست کی آئینی کمیٹی میں شمولیت کے باعث ریاست کپورتھلہ کے کام کو نظر انداز کر کے بڑی بھاری ذمہ داری اپنے سر لی۔ جالندھر کی مجلس احرار کو اپنے ضلع اور ریاست دونوں کی تنظیم کی طرف توجہ دینا ضروری ہے۔

ریاست کے عوام کا بھی اس میں کچھ قصور ہے۔ مہاراج بہادر خواہ کتنے شریف کیوں نہ ہوں وہ ریاست کے سرمایہ دارانہ نظام میں کوئی حقیقی تبدیلی تب تک نہیں کر سکتے جب تک عوام میں جان نہ آئے اور جب تک مضبوط جتھ بندی کر کے حکومت کے افسروں کے تشدد کا مقابلہ نہ کریں۔ رئیس تو خود ان عمال کے دست نگر ہوتے ہیں۔ اس لیے کسی رئیس کی شخصی عزت کے علاوہ اگر لوگوں کے دل میں زیادہ جذبہ عقیدت ہو گا تو یہ ان کے اپنے مفاد کے خلاف بات جائے گی۔

جب مہاراج نے چودھری عبدالعزیز کو رہا کر کے میاں صاحب کو چلتا کیا تو ریاستی عوام کی عقیدت بڑھ گئی یہی عقیدت ان کو پھر غافل کرنے کا باعث ہوئی یہی حکمران کی ساحری ہے جو جاگنے والوں کو سلا دیتی ہے اور لوگوں کو آقا کا غلام بنائے رکھتی ہے۔

بہر حال اب تو زمانہ وہ آ گیا ہے جب ایجی ٹیشن یا تحریکوں کا سوال کم ہے نظام مضبوط کر کے آگے آنے کا وقت ہے غافل قومیں ماری جائیں گی۔ ہوشیار محنتی اور اسباب فراہم کرنے والی قومیں دنیا میں زندہ رہیں گی۔ جو بزدل جان بچائے گا یا کام سے جی چرائے گا وہ اپنی ماں بہنوں کی عزت پر ہاتھ ڈالے گا۔

(جاری ہے)

حبیب الرحمٰن بٹالوی

یہ جُھکتی ڈالیاں دیکھو!

(امیر آدمی وہ نہیں جس کا مکان تین منزلہ ہے۔ امیر آدمی وہ ہے جس کا اخلاق تین منزلہ ہے)

عدی☆ بیٹے! اِدھر دیکھو!
کہ تم سے کام ہے مجھ کو
بائیک سے نہ اُترو تم یہیں پہ بات کرتے ہیں
کہ اُن جیسے نہیں ہیں ہم جو دن سے رات کرتے ہیں
مجھے تم سے یہ کہنا ہے
کہ غصہ گر کبھی آئے، تحمل ہی سے رہنا ہے
اور جھکتے ہم نے دیکھے ہیں کہ جن میں جان ہوتی ہے
یہ جھکتی ڈالیاں دیکھو! پھلوں سے لد کے جھکتی ہیں
اور اَکڑ اٹنڈ شجر دیکھو! بے برگ و بار رہتا ہے
گھمنڈی کی بھی دنیا میں کوئی عزت نہیں ہوتی
اُس کو نک چڑھا، مغرور، کوئی فرعون کہتا ہے
کہ وہ ہر دم بڑے پن کے نشے میں چور رہتا ہے
اور ادنیٰ فرد کے منہ پر، بلند اخلاق جھکتا ہے
کہ اکثر دیکھنے والا، اُسے اچھا ہی کہتا ہے

(☆نواسہ)

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

نام کتاب: اشاریہ ہفت روزہ خدام الدین (پہلا حصہ 1955 تا 1970)　مرتب: صلاح الدین فاروقی ٹیکسلا
ضخامت: ۵٦٨ صفحات　قیمت: درج نہیں　ناشر: القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ

اس وقت برصغیر پاک و ہند سے متعدد رسائل و جرائد شائع ہورہے ہیں۔ یہ جرائد ادبی، نیم ادبی، سیاسی، مذہبی وسماجی اور دیگر موضوعات پر مشتمل ہیں۔ اور ان کو ایسے باکمال مدیروں کی خدمات حاصل ہیں کہ انھوں نے اپنی ذہانت، بصیرت اور فکر سے رسائل و جرائد کی صحافت کو بلند مقام عطا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے تحقیق کاروں اور محققوں کو بھی قدیم رسائل وجرائد سے استفادے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ بعض رسائل وجرائد کی اہمیت تو کتابوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ایک محقق یا مؤرخ کے لیے ان رسائل کے مکمل شماروں تک رسائی اور اُس کے بعد اس میں ہزاروں اہلِ علم کی تحریروں کو دیکھنا ناممکن ہے۔ اس کا واحد حل ان رسائل کے اشاریوں کی ترتیب وتدوین اور ان رسائل کے ریکارڈ کی کمپیوٹرائزیشن ہے۔ کیونکہ صرف اشاریہ ہی ایک فرد کی صحیح رہنمائی اور رہبری کرسکتا ہے اور کئی دن، مہینوں یا برسوں کی تحقیق وجستجو کے باوجود نہ ملنے والے مواد کی تلاش چند منٹوں میں کی جاسکتی ہے۔ بیشتر اوقات رسائل میں مضامین ادھر ادھر بکھرے پڑے ہوتے ہیں اور ایک عام قاری کی رسائی نہیں ہو پاتی کہ فلاں مصنف کی کتاب یا ان کا مضمون کس جگہ اور کہاں مل سکتا ہے۔ اس پریشان کن صورتِ حال سے بچنے میں صرف اور صرف اشاریہ ہی ہماری رہنمائی کرسکتا ہے۔

اشاریہ سازی جہاں ایک علمی اور تحقیقی کام ہے وہاں یہ ایک مستقل فن بھی ہے۔ اشاریہ سازی کی اہمیت و افادیت کا ادراک سب سے پہلے اورینٹل کالج میگزین کے فاضل مدیر مولوی محمد شفیع مرحوم کو ہوا۔ بعدازاں رفتہ رفتہ یہ سلسلہ آگے بڑھتا گیا اور آج اہم رسائل کی اشاریہ سازی کا عمل باقاعدگی سے جاری ہے۔ اشاریوں کی موجودگی میں محقق سینکڑوں رسائل واخبارات کے ہزاروں صفحات کی ورق گردانی سے بچ جاتا ہے اور اپنا قیمتی وقت اپنے تحقیقی کام میں صرف کرسکتا ہے۔ اشاریے سے محنت اور اخراجات کی بھی بچت ہوتی ہے اور مطلوبہ مواد کی تلاش میں پیش آنے والی الجھن سے بھی اشاریے کی وجہ سے بچا جاسکتا ہے۔ محققین اشاریہ کی مدد سے اپنی تحقیق کا نہ صرف استناد کرتے ہیں بلکہ انھیں اپنی تحقیق میں ان سے حد درجہ معاونت بھی ملتی ہے، اور ایک ایسی حوالجاتی دنیا کا دروازہ کھل جاتا ہے جو محقق کے خوابوں کی تعبیر سے آباد ہوتی ہے۔

زیرتبصرہ کتاب ’’اشاریہ ہفت روزہ خدام الدین (پہلا حصہ 1955 تا 1970)‘‘: صلاح الدین فاروقی

ٹیکسلا کی مرتب کردہ ہے، جس میں 1955ء سے لے کر 1970ء تک کے مضامین ونگارشات وغیرہ کی اشاریہ سازی کی ہے۔ 'مرتب نے اشاریہ سازی کے جدید اصولوں کو مدِ نظر رکھ کر یہ کتاب ترتیب دی ہے۔'' ہفت روزہ خدام الدین'' تقریباً پون صدی سے علمی دُنیا کو اپنی دینی، علمی، اَدبی اور تحقیقی نگارشات سے فیض یاب کر رہا ہے۔ ماہانہ رسائل کی بہ نسبت ہفت روزہ رسائل کی اشاریہ سازی زیادہ دقت طلب کام ہے۔ موصوف نے پھر بھی محنت شاقہ سے کام لیتے ہوئے ہفت روزہ خدام الدین کا اشاریہ مرتب فرما کر ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔

امید ہے کہ اُن کا یہ اشاریہ علمائے کرام، راہ نوردانِ علم، محققین، مصنّفین، کے لیے جہاں رہنمائی کا اہم ذریعہ ثابت ہوگی، وہیں پر ان حضرات کے لیے کسی ''نعمت'' سے بھی کم نہیں ہے ہفت روزہ خدام الدین کا اشاریہ علمی، تاریخی، تحقیقی اور ادبی اعتبار سے ایک قابل قدر اور لائق ستائش کارنامہ ہے جو کہ ہر بڑی لائبریری کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور محققین کے لیے نفع بخش بنائے۔ **(مبصر: حافظ اخلاق احمد)**

نام کتاب: تحریکِ ختم نبوت　تالیف: ڈاکٹر محمد عمر فاروق　صفحات: ۵۷۲　قیمت: ۱۰۰۰ روپے

ملنے کا پتا: بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 03008020384

عقیدہ ختم نبوت ہمارے ایمان کی اساس ہے۔ یہ وہ عقیدہ ہے جس کے تحفظ کے لیے کئی سو صحابہ نے اپنی جانیں نچھاور کر کے جھوٹے نبیوں کا قلع قمع کیا۔ دور صحابہ میں سب سے گھمسان کی جنگیں اسود عنسی اور مسلیمہ کذاب کے خلاف لڑی گئیں۔ یمامہ کی جنگ اس حوالے سے معروف ہے، اس جنگ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جس بے جگری سے داد شجاعت دی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ تاریخ اسلام میں جب بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی نے سر اٹھایا اسے کچل دیا گیا، یہی اصل علاج ہے۔ برصغیر پر انگریزی تسلط کے دوران مرزا غلام قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو انگریز کی اسے بھرپور سرپرستی حاصل رہی۔ اسے پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ یہ وہ وقت تھا جب مسلمانانِ برصغیر ۱۸۵۷ء کی ہولناکیوں کو جھیل کر نا طاقتی کی کیفیت میں تھے۔ اس کے باوجود وقت کے جید علماء نے اس نئی نبوت کے فتنے کے خلاف اپنی توانائیں صرف کیں، علمی تعاقب کیا، سادہ لوح مسلمانوں کو ارتداد سے بچانے کے لیے قریہ قریہ شہر شہر جلسے منعقد کیے۔ خصوصاً قادیان اور گردونواح میں اپنی سرگرمیوں سے مسلمانوں کے ایمان کے تحفظ کے لیے گرانقدر خدمات انجام دیں۔

یہ تمام سرگرمیاں منتشر اور بکھری ہوئی تھیں، اکثر انفرادی کوششیں تھیں۔ مجلس احرار اسلام وہ جماعت ہے جس نے امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں بحیثیت جماعت مرزائیت کے تعاقب کا فریضہ سنبھالا۔ مجلس احرار اسلام کے شعبہ تبلیغ ''تحریک تحفظ ختم نبوت'' کا باقاعدہ قیام ہوا۔ مبلغین کو تیار کیا گیا۔ قادیان میں، جہاں مرزائیوں کا پینٹا گان تھا، مجلس احرار اسلام نے باقاعدہ دفتر کھول کر منظم طریقے سے کام کا آغاز کیا۔

یہ بات تاریخی معنویت رکھتی ہے کہ حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا سید

عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو امیر شریعت کا لقب دے کر تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر کام کے لیے منتخب کیا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک تحفظ ختم نبوت کو باقاعدہ چندہ دے کر اس میں شمولیت فرمائی اور اسے نجات اخروی کا ذریعہ جانا۔ مرزائیت کے تعاقب کے لیے مجلس احرار اسلام کو حضرت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت مولانا احمد سعید دہلوی، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اکابر علماء کی تائید و سرپرستی حاصل رہی جب کہ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا محمد حیات، مولانا لال حسین اختر، مولانا عبدالرحمٰن میانوی، مولانا خلیل الرحمٰن لدھیانوی، مولانا مفتی عبدالقیوم پوپلزئی، صاحبزادہ مولانا فیض الحسن، مولانا عبدالغفار غزنوی، مولانا عبیداللہ احرار، مولانا عنایت اللہ چشتی رحمہم اللہ جیسے جید علماء اور جی دار خطیب اس قافلہ احرار کے رکن تھے۔

مولف کتاب جناب ڈاکٹر محمد عمر فاروق اپنے پیش لفظ میں رقم طراز ہیں:

''تمام مورخین کا اس حقیقت پر اتفاق ہے کہ بحیثیت جماعت قادیانیت کے تعاقب اور تحفظ ختم نبوت کے لیے عوامی سطح پر ملک گیر خدمات انجام دینے کا اعزاز مجلس احرار ہی کو حاصل ہے۔ اس لیے جب تک احرار کی بپا کردہ برصغیر کی اس پہلی جماعتی تحریک تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد کا مطالعہ نہ کیا جائے اس دور کے مشکل ترین حالات، انگریز کے اسلام دشمن منصوبوں، قادیانیوں کی دین و وطن کے خلاف سازشوں اور مجاہدین ختم نبوت کی بے مثال قربانیوں کا حقیقی ادراک کرنا ناممکن ہے۔''

پانچ سو بہتر صفحات پر پھیلی اور چار سو دو عنوانات میں سمٹی یہ کتاب ایک عہد کی مکمل دستاویز ہے۔ یہ جلد اول ہے جس میں 1931ء سے لے کر 1946ء تک کے حالات و واقعات بالتفصیل اور باحوالہ درج ہیں۔ ڈاکٹر عمر فاروق صاحب کے بقول اس کتاب پر کام کا آغاز 1992ء میں کیا گیا۔ اور یہ کتاب 2020ء میں شائع ہو سکی۔ تقریباً تیس برس کی محنت شاقہ اس کتاب پر صرف ہوئی۔ کتاب کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس پر نہایت عرق ریزی سے کام ہوا ہے، اس پیہم محنت سے یہ ہوا ہے کہ بے شمار اہم اور نادر واقعات منضبط ہو گئے ہیں جو شاید قدیم اخبارات کے صفحات میں ہی دبے رہ جاتے اور بالآخر کرم خوردہ ہو کر صفحۂ ہستی سے ہی مٹ جاتے۔ کتاب کی طباعت عمدہ ہے، اعلیٰ کاغذ پر کم فانٹ میں اسے شائع کیا گیا ہے، جس سے اس موضوع پر بیشتر مواد ایک ہی جلد میں سمٹ آیا ہے۔

''تحریک تحفظ ختم نبوت'' کے حوالے سے ہونے والی عملی جدوجہد سے واقفیت اور درست تناظر جاننے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ از حد ضروری ہے، چونکہ اس میں تقسیم برصغیر سے پہلے کے حالات و واقعات کا تذکرہ شامل ہے، جغرافیائی لحاظ سے اکثر جن مقامات کا تذکرہ ہے قادیان، بٹالہ، دیوبند، دہلی، سہارنپور وغیرہ...... وہ اکثر انڈیا میں واقع ہیں، اس لیے کسی طور اس کتاب کی اشاعت انڈیا میں بھی ہو سکے تو بہت اچھا ہوگا۔ (**مبصر: محمد احمد حافظ**)

مسافرانِ آخرت

☆جھنگ مجلس احرار اسلام کے سابق سالار جیوش محمد اقبال مرحوم کی اہلیہ اور سلیم اقبال کی والدہ، انتقال: اپریل 2021ء

☆جھنگ سے ہمارے مہربان، بھائی محمد اشرف الیکٹریشن (قدیم کارکن) کی اہلیہ مرحومہ، انتقال: اپریل 2021ء

☆مجلس احرار اسلام کمالیہ کے نائب صدر جناب عطاء اللہ شامی، انتقال: 26 رمضان المبارک 1442ھ آپ جماعت کے قدیم اور باوفا رفیق تھے۔

☆قصور: ڈاکٹر محمد اکرم عنایتی اور حافظ ارشد محمود کے تایا جان میاں حمید الدین قصوری۔ انتقال: 21 مئی 2021ء

☆ہمارے قدیم معاون جناب محمد اکرم راہی گلاسگو (UK) انتقال: 27 مئی 2021ء

☆مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن ڈاکٹر شاہد کاشمیری صاحب کی ہمشیرہ محترمہ، انتقال: 28 مئی 2021ء

☆مدرسہ معمورہ کے طالب علم محمد داؤد قیصر کے نانا حاجی حبیب اللہ اعوان مرحوم، انتقال: 30 مئی 2021ء

☆مدرسہ معمورہ ملتان کے مدرس قاری محمد معاذ کے والد اور جناب حافظ ربنواز (امامِ صلاۃ جامع مسجد ختم نبوت) کے برادر نسبتی، حضرت قاری محمد نواز مرحوم۔ انتقال: 30 مئی 2021ء

☆مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسماعیل خان کے ناظم مولانا خادم حسین نقشبندی کے والد۔ انتقال: 4 جون 2021ء

☆مجلس احرار اسلام ضلع رحیم یار خان کے امیر حافظ محمد اشرف کے چچا زاد اور حافظ محمد زبیر کمبوہ کے ماموں پروفیسر فیض احمد فیض، انتقال: 6 جون 2021ء

☆شاعر احرار سید امین گیلانی مرحوم کی اہلیہ اور جناب سید سلمان گیلانی کی والدہ محترمہ، انتقال: 6 جون 2021ء

☆مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے رہنما حافظ عابد مسعود ڈوگر کی پھوپھی صاحبہ، انتقال: 7 جون 2021ء

☆لاہور: محترم آصف سلطان کے والد اور والدہ 8 اور 9 جون کو یکے بعد دیگرے انتقال کر گئے۔

☆مجلس احرار اسلام ٹوبہ ٹیک سنگھ کے امیر حافظ محمد اسماعیل کے تایا زاد بھائی محمد صدیق ولد علی محمد چک نمبر 395 سد ارائیاں، انتقال: 10 جون 2021ء

☆مدرسہ ختم نبوت جامع مسجد احرار چناب نگر کے استاذ مولانا محمود الحسن کی ماموں زاد بہن، انتقال: 12 جون 2021ء

☆حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمہ اللہ کے شاگرد حافظ محمد ابراہیم کوٹھی بہادر چند والے 12 جون 2021ء بروز ہفتہ انتقال فرما گئے۔ حضرت پیر جی نے کمالیہ کے مرکز احرار جامع مسجد صدیقیہ میں 1975ء میں انہیں بطور امام مسجد اور بچوں کو پڑھانے کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ وہ ایک طویل عرصہ تک یہ خدمت سرانجام دیتے رہے۔ 25 فروری

2021ء کوملتان میں حضرت پیر جی کی یاد میں تعزیتی جلسہ میں انہوں نے خصوصی طور پر شرکت فرمائی تھی۔

☆ حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری رحمہ اللہ کے قریبی ساتھی حکیم محمد ارشاد مرحوم (ملتان) کے فرزند عبدالرحمٰن مرحوم۔ انتقال: 18 جون 2021ء

☆ مجلس احرار ماہڑہ مظفر گڑھ کے سرپرست جام محمد شفیع اور بخاری اکیڈمی ملتان کے انچارج جام ریاض احمد کی والدہ انتقال: 20 جون 2021ء

☆ مجلس احرار اسلام یونٹ قاسم بیلہ ملتان کے جنرل سیکرٹری محمد انور انصاری کے بھائی اور ڈاکٹر اطہر حنیف کے والد حافظ محمد حنیف انصاری۔ انتقال: 21 جون 2021ء

☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے فعال اور ہر دلعزیز کارکن قاری محمد عزیر (امام وخطیب مسجد نور کوٹلہ تولے خان) اور مدرسہ تحفیظ القرآن بستی نو ملتان کے سابق مدرس قاری محمد یوسف کی والدہ، انتقال: 23 جون 2021ء

☆ مجلس احرار اسلام گڑھا موڑ کے کارکن ڈاکٹر محمد طارق کے سسر ملک محمد حسن مرحوم، انتقال: 25 جون 2021ء

☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم کارکن محمد یوسف باوا، انتقال: 25 جون 2021ء

☆ مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید محمد کفیل بخاری کی پھوپھی اور سید عطاء المنان بخاری کی خالہ، انتقال: 25 جون 2021ء (لاہور)

اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائیں، درجات بلند فرمائیں اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عطاء فرمائیں آمین۔ قارئین کرام سے دعاؤں کی دخواست ہے۔

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپئیر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

عیدالاضحیٰ کے موقع پر

قربانی کی کھالیں

شعبہ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوۃ

مجلسِ احرارِ اسلام

کو دیجیے

جملہ رقوم، عطیات، زکوٰۃ وعشر، صدقات
قیمت چرمِ قربانی بھیجنے کے لیے

ترسیلِ زر

بذریعہ چیک، ڈرافٹ، آن لائن: بنام مدرسہ معمورہ: اکاؤنٹ نمبر

A/C # 50100030736200010
Branch Code : 0729
THE BANK OF PUNJAB

بذریعہ اے ٹی ایم ٹرانسفر: **07290160065740001**

مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم ملتان	061 - 4511961 0302-7924284
مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار چناب نگر	0301-3138803
مدرسہ معمورہ دفتر احرار لاہور	042 - 35912644 0300-4240910
مولوی محمد طیب مدنی مسجد چنیوٹ	0321-7708157
دارالعلوم ختم نبوت چیچہ وطنی	040 - 5482253
امجد حسین (سیالکوٹ) ذوالفقار بھٹو (ڈسکہ)	0307-6101608 0301-6100380
مدرسہ معمورہ، میراں پور (میلسی)	0308-7944357
مدرسہ ختم نبوت گڑھا موڑ (میلسی)	0300-7723991
مدرسہ ابوبکر صدیق، تلہ گنگ	0300-5780390
ڈاکٹر عبدالرؤف ڈاکٹر ریاض احمد جتوئی (مظفرگڑھ)	0301-7465899 0301-5641397
رانا محمد نعیم (حاصل پور) ملک عاصم عطاء (ڈیرہ اسماعیل خان)	0334-7102404 0333-9971711
مدرسہ ختم نبوت بورے والا (وہاڑی) محمد خاور بٹ (گوجرانوالہ)	0300- 6993318 0303-5451132
مدرسہ محمودیہ معمورہ، ناگڑیاں (گجرات)	0301-6221750
محمد اشرف علی احرار، فیصل آباد	0300- 7623619
حافظ محمد عمران، ماہڑہ (مظفرگڑھ)	0302-7778069
محمد اصغر لغاری میر ہزار خان (مظفرگڑھ) حافظ عبدالقیوم میر ہزار خان (مظفرگڑھ)	0300-8955344 0302-7320947
عبدالکریم قمر (کمالیہ)	0333-6377304
مولانا محمد اسماعیل (ٹوبہ)	0308-7298634
محسن خان سیال (جھنگ)	0308-5165518
مولانا فقیر اللہ رحمانی، رحیم یار خان	0301-7660168
مولوی عمر فاروق، مدنی مسجد بہاولپور	0301-7191999
شفیع الرحمٰن احرار (کراچی)	0311-2883383

الداعی الی الخیر

شعبہ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوۃ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

آیئے! اللہ تعالیٰ سے دعا کے ساتھ سود اور سودی قرض کے خلاف جنگ کا آغاز کریں!

ادائیگی قرض کی دعائیں

۱)...... حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غلام نے عرض کیا میں اپنے آقا کو رقم ادا کر کے جلدی آزادی چاہتا ہوں۔ آپ میری مدد فرمائیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں تجھے دو کلمے سکھلا دیتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلائے تھے۔ اگر تجھ پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو گا اللہ تعالیٰ ادا کر دے گا۔ وہ کلمات یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ۔

''الٰہی! حاجتیں پوری کر میری حلال روزی سے اور بچا حرام سے اور بے پروا کر دے مجھ کو اپنے فضل کے ساتھ اپنے ماسوا سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

۲)...... حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مقروض ہو گیا تھا۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں وہ کلام سکھلا دیتا ہوں کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تیرا غم دور اور قرض ادا کر دے گا، صبح و شام یہ دعا پڑھا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں فکر و غم سے اور آپ کی پناہ چاہتا ہوں ناتوانی اور سستی سے اور بچاؤ چاہتا ہوں آپکے ساتھ بخل اور بزدلی سے اور پناہ میں آتا ہوں آپ کی قرض کے غلبے اور لوگوں کے سخت دباؤ سے۔'' (مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات فصل دوم)

مرتبہ مولانا محمد امین مرحوم معلم اسلامیات، فیصل آباد

دعاؤں کے طالب

CARE PHARMACY
کیئر فارمیسی
Trusted Medicine Super Stores
24 گھنٹے سروس
اصلی اور معیاری ادویات کے مراکز
Head Office: Canal View, Lahore
الحمدللہ!
فیصل آباد میں 13 برانچز کے بعد اب 11 شہروں جڑانوالہ، ننکانہ صاحب، شاہکوٹ، کھرڑیانوالہ، سانگلہ ہل، چک جھمرہ، چنیوٹ، جھنگ، گوجرہ، سمندری، تاندلیانوالہ
آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے سروس